**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

# خطبات مدراس اور محاضرات سیرت کا تقابلی جائزہ

**امجد علی[1] پروفیسرڈاکٹر عبدالغفور اعوان**

***ABSTRACT-***This research work is a comparative study of two books: Khutbat-i-Madaris and Muhazirat-i-Seerat. Khutbat-i-Madaris consists of some sermons on different aspects of the autobiography (Seerat) of the Holy Prophet, Muhammad (PBUH) and his messages. It is one of the leading books so far written on the life and teaching of the Holy Prophet. This book contradicts false claims and ideas of orientalists about the autobiography of the Holy Prophet. The book discussed practical aspects of Islamic teaching, perfection of the Holy Prophet's life and his universal message of peace. Muhazirat-i-Seerat is a collection of the lectures of Prof.Dr.Mehmood Ahmad Ghazi delivered on different aspects of the Holy Prophet, Muhammad's life in different educational institutions of Rawalpindi and Islamabad. Basically the principles of autobiography (seerat) have been explained in this book. The author has also discussed the multidimensional benefits for the Muslims to act upon on the Sunnah (Precedents) of the Holy Prophet (MPBUH). The author has emphasized upon the reading of the Autobiography of the Holy Prophet by all Muslims so that they may be able to transform their lives in accordance with the teaching and precedents of the Holy Prophet (MPBUH).

**Key Words:** Seerat, Precedents, Sunnah, Autobiography.

**Type of study: Original Research Article**

Paper received: 11.04.2017

Paper accepted: 05.06.2017

Online published: 01.07.2017

1. M.Phil Islamic Studies Scholar, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab,Multan.amjad.alig@gmail.com Cell #+923072022864

2. Dean, Faculties of Management, Social Sciences and Humanities, Institute of Southern

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

Punjab, Multan. ghafoor70@yahoo.com. Cell # +923136015051.

**خطبات مدراس کا تعارف**

یہ کتاب دراصل سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں اوراسلام کے پیغام پر مشتمل چند خطبات کا مجموعہ ہے, جو1925ء میں جنوبی ہند کے شہر مدراس میں دیے گیے تھے. سیرت کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں یہ ایک زبردست کتاب ہے, اسلوب بیان نہایت شاندارہے,جودلوں میں ایمان کی مٹھاس پیدا کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تعلق کو مضبوط بناتا ہے.یہ کتاب سیرت نبوی کے بارے میں مکمل ایک لائبریری کا نچوڑہے. اس کتاب میں ایسے قضایا ومواقف زیر بحث آئے ہیں جن کو بہت کم ہی مولفین اپنی کتابوں میں چھیڑتے ہیں, بالخصوص سیرت نبوی سے متعلق باطل مزاعم کی تردید اور بے سروپا دعوؤں کی حقیقت کو بے نقاب کرنا وغیرہ. چنانچہ مغربی اہل قلم نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جو زہر افشانی کی ہے اور انہیں طعن وتشنیع کا نشانہ بنایاہےاس کا جائزہ لیتے ہوئے ان خطبات میں اس پر کاری ضرب لگائی گئی ہے, اور یہ ثابت کیا گیاہے کہ صرف سیرت نبوی ہی وہ واحد سیرت ہے جوساری دنیا کے لیے دائمی نمونہ عمل ہے اور دنیا و آخرت کی فلاح وبہبود کا ضامن ہے۔

کتاب کے عنوانات درج ذیل ہیں

۱۔انسانیت کی تکمیل صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرتوں سے ہوسکتی ہے۔

۲۔عالمگیراوردائمی نمونہ عمل صرف محمدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے

۳۔تاریخیت(عہدنبوی کاتحریری سرمایہ)

٤۔کاملیت

٥۔جامعیت

٦۔عملیت (عملی پہلویاعملیت)

۷۔پیغمبراسلام علیہ السلام کاپیغام

**محاضرات سیرت کا تعارف**:

نبی کریم ؐ کی سیرت کا مطالعہ کرنا ہمارے ایمان کا حصہ بھی ہے اور حکم ربانی بھی ہے۔قرآن مجید نبی کریم ؐ کی حیات طیبہ کو ہمارے لئے ایک کامل نمونہ قرار دیتا ہے۔اخلاق وآداب کا کونسا ایسا معیار ہے ،جو آپ ؐ کی حیات مبارکہ سے نہ ملتا ہو۔اللہ تعالی نے نبی کریم ؐ کے ذریعہ دین اسلام کی تکمیل ہی نہیں ،بلکہ نبوت اور راہنمائی کے سلسلہ کو آپ کی ذات اقدس پر ختم کر کےنبوت کے خاتمہ کے ساتھ

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

ساتھ سیرت انسانیت کی بھی تکمیل فرما دی کہ آج کے بعد اس سے بہتر ،ارفع واعلی اور اچھے وخوبصورت نمونہ وکردار کا تصور بھی ناممکن اور محال ہے۔ آپ ؐ کی سیرت طیبہ پر متعدد زبانوں میں بے شمار کتب لکھی جا چکی ہیں،جو ان مولفین کی طرف سے آپ کے ساتھ محبت کا ایک بہترین اظہار ہے۔ہر مولف نے سیرت لکھتے وقت کچھ نہ کچھ اصول سامنے رکھے ہیں،جنہیں علم سیرت بھی کہا جا سکتا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب " محاضرات سیرت "محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحبؒ کی تصنیف ہے۔جو درحقیقت ان کے ان دروس اور لیکچرز پر مشتمل ہے جو انہوں نےراولپنڈی اور اسلام آباد میں درس قرآن کے حلقات سے وابستہ مدرسات قرآن کے سامنے پیش کئے۔ یہ محاضرات مختصر نوٹس اور اشاروں کو سامنے رکھ کر زبانی ہی دیئے گئے تھے۔لیکن احباب کے اصرار پر بعد میں انہیں کتابی شکل دے دی گئی۔جو مختلف طباعتی مراحل طے کرنے کے بعد کتابی شکل میں سامنے آ گئے۔مولف موصوف؟ نے اس کتاب میں علم سیرت سے متعلقہ بارہ محاضرات کو جمع کیا ہے،جو مطالعہ سیرت کی ضرورت واہمیت،سیرت اور علوم سیرت ایک تعارف ایک جائزہ،علم سیرت آغاز ارتقاء تدوین اور توسیع،مناہج سیرت ،چند نامور سیرت نگار اور ان کے امتیازی خصائص،ریاست مدینہ دستور اور نظام حکومت،ریاست مدینہ معاشرت ومعیشت، کلامیات سیرت،فقہیات سیرت،مطالعہ سیرت پاک وہند میں،مطالعہ سیرت دور جدید میں اور مطالعہ سیرت مستقبل کی ممکنہ جہتیں جیسے عنوانات پر مبنی ہیں۔ یہ ان کے سلسلہ محاضرات کی چوتھی کڑی ہے ۔

کتاب کے عنوانات درج ذیل ہیں:

(پہلا خطبہ )مطالعہ سیرت کی ضرورت واہمیت

(دوسرا خطبہ )سیرت اور علوم سیرت : ایک تعارف ایک جائزہ

( تیسرا خطبہ )علم سیرت : آغاز ، ارتقا ، تدوین اور توسیع

( چوتھا خطبہ )مناہج سیرت ، سیرت نگاروی کے مناہج اور اسالیب

(پانچواں خطبہ )چند نامور سیرت نگار اور ان کے امتیازی خصائص

( چھٹا خطبہ )ریاست مدینہ : دستور اور نظام حکومت

(ساتواں خطبہ )ریاست مدینہ : معاشرت و معیشت

( آٹھواں خطبہ )کلامیات سیرت

(نواں خطبہ )فقہیات سیرت

( دسواں خطبہ )مطالعہ سیرت ۔ پاک و ہند میں

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

(گیارہواں خطبہ )مطالعہ سیرت دور جدید میں

(بارہواں خطبہ )مطالعہ سیرت : مستقبل کی ممکنہ جہتیں

**محاضرات سیرت کی خصوصیات**

**باب اول:مطالعہ سیرت کی ضرورت واہمیت:**

مطالعہ سیرت کی ضرورت واہمیت مسلمانوں کے لئے بھی ہے اور غیر مسلموں کے لئے بھی۔ مسلمان جن محرکات کی بناپر سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں ان کی نوعیت ، ظاہرہے، غیرمسلموں میں پائے جانے والے محرکات سے مختلف ہوتی ہے۔ پھر مسلمانوں کے اندرسیرت کے مطالعے کی مختلف سطحیں ہیں،عامۃ الناس کی سطح متخصصین کی سطح سے مختلف ہے۔ اور جب ہم بات کرتے ہیں دور جدید کی تو جدید رجحانات کے تناظر میں مطالعہ سیرت کے نئے پہلو ابھر کر سامنے آتے ہیں ۔ دور جدید کے تہذیبی ، تاریخی، علمی اور بین الاقوامی رجحانات ونظریات کے پیش نظرسیرت کے مطالعے کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ غیر مسلموں کے حوالے سے دعوت فکر کے لئے اور مسلمانوں کے حوالے سے دعوت عمل اور جدید رجحانات کے تناظر میں اپنی پہچان کو دنیاپر واضح کرنے کے لئے ۔ لہٰذا اس مضمون میں دوباتیں شامل ہیں۔ سیرت کا تعارف اور موجودہ عالمی نظام کے حوالے سے سیرت کی اہمیت!

رسول اللہ ﷺکی ذات گرامی بابرکت دین کا محور ہے، حتیٰ کہ قرآن کی تشریح بھی ہم ان ہی کے اقوال وارشادات سے کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر قرآن مجید صامت یعنی خاموش قرآن ہے تو رسول اللہ ﷺکا وجود گرامی قرآن ناطق ہے۔ اللہ نے محض نظری ہدایت پر اکتفا نہیں کیا بل کہ اپنی رحمت کاملہ سے ایک عملی نمونہ بھی بھیجا، جسے ہم سیرت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جو قرآن نے کہا وہ حضور نے کیا اور جو حضور نے کیا وہ قرآن نے کہا (۱)لہٰذا قرآن کے تمام عجائب رسول اللہ سے منسوب ہیں اور چوں کہ قرآن کے عجائب لامتناہی ہیں (۲)تو صاحب قرآن کے عجائب کس طرح متناہی ہوسکتے ہیں۔ ان ہی لامتناہی عجائب کو احاطہ تحریر میں لانے کی جستجو میں ہم سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ پاتے ہیں جو پہلی صدی ہجری سے آج تک بغیر کسی تعطل کے چلاآرہاہے اور ہر سیرت نگار کو یہ احساس ہوتاہے کہ ابھی تو کام کا آغاز ہواہے۔

سیرت کا لفظ فعِلَہ کے وزن پر ہے اور اس وزن پر آنے والے مصدر کے معنی کسی کام کے طریقے کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا سیرت کے لغوی معنی چلنے کا طریقے کے ہیں۔ اسی کی توسیع سے عربی میں سیرت کے لغوی معنی زندگی گزارنے کے اسلوب کے ہیں۔ رسول اللہ r کی زندگی کے ساتھ سیرت کے لفظ کا استعمال سیرت نگاری کے آغاز سے کچھ عرصے بعد شروع ہوا لیکن آج دنیا کی تمام زبانوں میں

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

سیرت کالفظ رسول اللہ کی زندگی کے لئے استعمال ہوتاہے۔ حتیٰ کہ یہ لفظ اب انگریزی لغات میں بھی ان ہی معنوں میں شامل ہوگیاہے۔

قدیم مفسرین، فقہا، محدثین اور سیرت نگاروں نے سیرت کالفظ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺکے اس طرز عمل کے لئے استعمال کیا جوآپ نے غیر مسلموں سے معاملہ کرنے(جس میں جنگیں، صلح اور معاہدات آتے ہیں) میں اپنایا۔ (۳)لہٰذا یہ ایک پہلو سے تو تاریخ اسلام کامضمون ہے جب کہ دوسرے پہلو سے اسلامی قانون اور فقہ کابھی۔ رسول اللہ ﷺنے اپنی زندگی میں غزوات بھی لڑے، مختلف قبائل (جن میں یہودی، عیسائی، مشرکین سب شامل تھے) سے معاہدات بھی کئے اور ان کے لئے منشور بھی جاری کئے، لہٰذا آپ r کی رحلت کے بعداسلامی فتوحات کے باعث جو بے شمار اقوام سے واسطہ پڑاان سے معاملہ کرنے کے لئے مسلمانوں نے رہ نمائی کے لئے رسول اللہ ﷺکے ان ہی غزوات کو نمونہ بنایا۔ لہٰذاان عوامل کو بنیاد بناکر فقہائے اسلام نے ایک نئے قانون اور نظام کی تشکیل کی۔ اس کے لئے سیرت اور سیر کی اصطلاح استعمال کی گئی جو انسانی تاریخ میں پہلا بین الاقوامی قانون ہے۔ (٤) اس قانون کی تدوین اورترتیب دوسری صدی ہجری ختم ہونے سے پہلے پہلے کرلی گئی اور اس پر متعدد مبسوط اور مفصل کتابیں لکھی گئیں جو آج بھی موجود ہیں۔

سیرت نگاری کے آغاز سے ہی اس کے دوپہلو نمایانہوگئے۔ ایک پہلو تاریخی تھاجوسیرت نگاری کا عمومی اسلوب تھا۔اس میں رسول اللہﷺکی زندگی کے واقعات کو ترتیب سے جمع کیا گیا تھا۔ یہ مغازی کے نام سے مشہور ہوا۔ جلد بعد مغازی کا وہ حصہ جو فقہی رہ نمائی اور ہدایات پر مشتمل تھا الگ حیثیت سے احاطہ تحریر میں لایاجانے لگا، وہ سیرت یاسیر کے نام سے نمایاں ہوگیا۔ یہ سیرت نگاری کا قانونی پہلوتھا۔ لہٰذا بالکل آغاز میں تو مغازی اور سیر ایک دوسرے کے متبادل کے طورپر استعمال ہوتے رہے۔ (٥) لیکن بعد میں تاریخی انداز کو مغازی اور قانونی انداز کو سیر سے موسوم کیاگیا۔

مزیدوقت گزرنے کے ساتھ سیرت میں وہ تمام باتیں شامل ہوتی گئیں جن کارسول اللہﷺکی حیات مبارکہ سے بہ راہِ راست تعلق تھا۔ بالآخر عمومی طور پر سیرت نگاری کانام علم سیرت قرارپایا اور مغازی اس کا ایک شعبہ قرار دیاگیا۔ لہٰذا برصغیر کے اپنے وقت کے صف اول کے عالم، محدث اور فقیہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے اپنی کتاب عجالہ نافعہ میں سیرت کی تعریف کچھ یوں کی ہے کہ رسول اللہ ﷺکے وجود گرامی سے جوکچھ بھی متعلق ہے، آپ کے صحابہ کرام، اہل بیت اور آل عظام سے جو بھی چیز تعلق رکھتی ہے، رسول اللہ ﷺکی ولادت مبارکہ سے لے کر اور آپ کے دنیاسے تشریف لے جانے تک، ان سب کی تفصیل کو اسلامی علوم وفنون کی اصطلاح میں سیرت کہتے ہیں۔(٦) دور جدید تک آتے آتے ایک تو سیرت کے مختلف پہلوؤں کی تشریحات کی جانے لگیں جس سے کچھ مزید پہلو

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

منظر عام پرآئے دوسرا سیرت نگاروں نے ہر اس چیز کو سیرت میں شامل کرلیا جس کاذراسا تعلق بھی رسول اللہ ﷺکی ذات گرامی سے بنتاہے۔ لہٰذا اب علم سیرت ایک ایسا وسیع کینوس رکھتاہے جو پورے اسلامی تمدن اور تاریخ کے مرحلہ آغاز اور رسول اللہ ؐ کے پورے پیغمبرانہ حیات کا ایک لینڈاسکیپ ہے۔

مسلمانوں کے لئے سیرت کی اہمیت اس کے تعارف سے ہی واضح ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺکی ذات قانون اور شریعت کا ماخذ ہے، لہٰذا ایک مسلمان کی زندگی کے لئے سب سے اہم چیز سیرت ہی ہے۔ دوسراپہلو رسول اللہﷺکی ذات سے محبت اور عقیدت کا ہے جو ایمان کی شرط اول ہے اور یہی وہ جذبہ ہے جس نے مطالعہ سیرت کو اس کی جزئیات تک پھیلادیاہے اوررسول اللہﷺسے متعلق معمولی سے معمولی بات، جواگرنہ بھی ہوتی تو سیرت کی اہمیت میں کچھ بھی فرق نہ آتا، کی بھی کھوج لگائی گئی اور اسے احاطہ تحریر میں لایاگیا۔ ایسے ہی جذبے کی بناپر کیاگیا ایک کام ازواج مطہرات کے حجرات سے متعلق ہے جو "بیوت النبی" کے نام سے کتابی شکل میں موجود ہے۔ اس میں یہ چیز بیان کی گئی ہے کہ ازواج مطہرات کے حجرات کہاں کہاں واقع تھے، ان کا رقبہ کتناتھا، کیسے بنے ہوئے تھے وغیرہ۔ لہٰذا ایک طرف تو شریعت سے آگاہی کے لئے سیرت کا مطالعہ بہت اہمیت کاحامل ہے، جب کہ دوسری طرف حب رسول کے ایمانی تقاضے کو پراکرنے کے لئے بھی مطالعہ سیرت بہت اہم ہے۔ شریعت سازی تو علماء کاکام ہے اور ہرمسلمان اس کا مکلف نہیں لیکن حب رسول ہرمسلمان کے لئے ایک ضروری چیز ہے۔

**باب دوم:سیرت اور علوم سیرت ۔ایک تعارف ایک جائزہ:**

مطالعہ سیرت کی ضرورت اور اہمیت کی وضاحت کے بعد اب سیرت کے نفسِ مضمون کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔ موجودہ بحث سیرت کے مختلف موضوعات (جو مختلف علوم کے حوالے سے قائم کئے گئے ہیں) اوران کی جامعیت اور وسعت سے متعلق ہے۔ اسی وسعت کو مزید واضح کرنے کے لئے مصادر علم سیرت پر بھی اختصار سے گفت گو کی جائے گی۔

اس سے پیش تر بیان ہوچکاہے کہ سیرت کاآغاز اسلامی معاشرے اور ریاست کی قانونی ضرورت کے تحت ہوا ،جسے اولاً سیر کے نام سے موسوم کیاگیا۔ اس کے بعد اس میں اضافہ ہوتارہا اور حب رسول کے جذبے کے تحت رسول اللہ r کی بقیہ زندگی کی معلومات کو بھی صحابہ کرام اور بعد کے علمائے کرام نے مرتب کیا۔ حضور علیہ السلام کے ارشادات، آپ کی سنت ، آپ کے مکاتیب، پھرآپ کے آباؤاجداد اور خاندان : اس سے بھی آگے آپ کا قبیلہ اور دوسرے قبائل سے رشتہ داریاں اورآپ کے شمائل۔ صرف یہیں تک نہیں بل کہ آپﷺکے صحابہ کرامؓ کے بھی مختلف طبقات تجویزکئے گئے۔(۷)

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

علاوہ ازیں نبوت کے بعداز طبیعاتی پہلو، جن میں معجزات وغیرہ کی بحث آتی ہے، بھی سیرت کا حصہ ہیں۔(۸)

شروع سے لے کر آخر تک سیرت نگاروں کا یہ اسلوب رہاہے کہ حیات مبارکہ کی تفصیلات آپ ﷺکے خاندان اور آباؤاجداد سے شروع کی جاتی ہیں۔ یہ تفصیلات صرف ان کے بہ راہ راست آباؤاجداد تک محدود نہ تھیں بل کہ آباؤاجداد کے قریبی رشتہ داروااقارب ، پھر جہاں جہاں ان آباؤاجداد کی شادیاں ہوئیں، ان کے سسرالی رشتہ داروں، اور ان کی نانیوں اور دادیوں سب کے بارے میں محققین نے الگ الگ تفصیلات جمع کی ہیں۔ عربوں میں چوں کہ قبل ازاسلام ہی علم انساب رائج تھا، لہٰذا اس چیز نے سیرت نگاروں کے لئے معلومات کا بیش بہا ذخیرہ محفوظ رکھا جو وسیع تر ہونے کے ساتھ ساتھ قابل اعتماد بھی تھیں۔(۹)محدثین اور سیرت نگاروں کی چھان پھٹک نے ان معلومات کو درجہ استناد تک پہنچادیا اور شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ رسول اللہ ﷺ کے نسب کا بیان اس لئے بھی اہمیت اختیار کرگیا کہ خود رسول اللہ r نے بھی اس کا کئی مواقع پر ذکر فرمایا۔ ایک مقام پر آپ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراھیم ؑ کی نسل میں سے بنی اسماعیل کو چنا، بنی اسماعیل میں سے قریش کو چنا، قریش میں خاندان بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں مجھے منتخب کیا ۔ عربوں کا انساب اس حقیقت کی گواہی دیتاتھا اس لئے کسی نے کبھی اس کا رد نہیں کیا۔

ایک اور حوالہ سے بھی رسول اللہ کا نسب اہمیت کا حامل تھا کہ رسول اللہ ﷺکے اجداد میں سے کئی شخصیات شہر مکہ میں ممتاز حیثیت کی حامل تھیں۔ سب سے پہلے تو حضرت اسماعیل ؑ کعبہ کے والی تھے اور ان کے بعد یہ منصب ان کی اولاد میں رہا، حتیٰ کہ بنو جرہم نے ۲۰۷ء میں ان سے یہ منصب چھین لیا۔ اسے دوبارہ بنی عدنان (۱۰) (آل اسماعیل) کے لئے قصی بن کلاب نے ۴۴۰ء میں حاصل کیا جورسول اللہ ﷺکی چھٹی پشت پر تھے۔ ان ہی نے شہری مملکت مکہ کی بنیاد رکھی اور اس کے مختلف شعبوں کو قریش کے مختلف قبائل میں تقسیم کیا۔(۱۱)اب کعبہ کی تولیت کے ساتھ مکہ شہر کی ولایت بھی رسول اللہ ﷺکے اجداد میں آگئی۔ ان کے بعد ان کے پوتے( رسول اللہ ﷺکے جد امجد) ہاشم نمایاں شخصیت تھے۔ انہوں نے عرب کے مختلف قبائل سے معاہدات کرکے قریش کے لئے تجارتی سفر کو محفوظ کیا۔ قیصر روم سے بھی ان کی ملاقات کے شواہد ملتے ہیں۔ ان کے بعد رسول اللہ ﷺکے دادا جناب عبدالمطلب ان کے جانشین ہوئے۔ ابرہہ کا مکہ پر حملہ ان ہی کے دور میں ہواتھا۔

ان کے علاوہ بھی رسول اللہ ﷺکے اجداد میں مشہور لوگ گزرے ہیں۔ ان میں نضر بن کنانہ ہیں۔ ان سے بھی قریش کا لقب منسوب کیا جاتاہے۔ ایک شخصیت کعب بن لوئی کی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم عصر تھے اور حضرت عیسیٰ کے بعض حواریوں سے ان کی ملاقات کے اشارے ملتے ہیں۔

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

شاید یہی وجہ تھی کہ یہ قریش کو جمعہ کے دن جمع کرکے انہیں رسول اللہﷺکے آنے کی خوش خبری سنایا کرتے تھے۔(۱۲) یہ وہ لوگ تھے جن کے حالات مکہ کے لوگوں کے لئے اجنبی باتیں نہیں تھیں لہٰذا سب جانتے تھے کہ رسول اللہﷺکا تعلق ایک اعلیٰ خاندان سے تھا۔

نسب کے بعد رسول اللہ کے حلیہ مبارک کے بارے میں بھی صحابہ کرامؓ نے بڑی تفصیل بیان کی ہے۔(۱۳) آپ ؐ کے حلیے کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں لیکن سب سے پہلے امام ترمذی نے ان تفصیلات کو ایک کتاب کی شکل میں قلم بند کیا جو شمائل ترمذی کے نام سے جانی جاتی ہے۔ ایک درجن سے زیادہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺکے حلیے مبارک کو بعد والوں کے لئے بیان کیاہے۔ ان میں حضرت علیؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ہند بن ابی ہالہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نام قابل ذکر ہیں۔(۱٤)

شمائل کے بعد سیرت کا جومیدان سامنے آتاہے وہ رسول اللہ ﷺکے خطبات اور تقاریر ہیں جو آپ نے مختلف مواقع پر ارشاد فرمائیں۔ رسول اللہ ؐ کے خود اپنے فرمان کے مطابق آپ افصح العرب تھے اورآپ کی فصاحت کو آج تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺکے خطبات کے ایک درجن سے زائد مجموعے ہیں جنہیں سیرت نگاروں نے مرتب کیاہے۔ اردو زبان میں ایک بڑا مجموعہ مولانا محمد محدث جوناگڑھی نے مرتب کیاہے۔ عربی زبان کے علاوہ اس تفصیل کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ رسول اللہ ﷺنے کئی مواقع پر خطبات ارشاد فرمائے جو اپنے اپنے تناظر میں اہمیت کے حامل ہیں۔ سب سے پہلا خطبہ کوہ صفا پر ارشاد فرمایا جس میں قریش کے اہم ترین افراد کو اسلام کی دعوت دی اور سب سے آخری خطبہ اپنی وفات سے چند روز پہلے ارشادفرمایا۔ ان میں سب سے زیادہ اہم خطبہ حجۃ الوداع ہے جو انسانی حقوق کا سب سے پہلا اور سب سے جامع منشور اعظم ہے۔(۱۵) صرف اسی ایک خطبے پر کئی پہلوؤں سے لکھا گیاہے۔ خطبات کی تفصیل کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺکا انداز خطابت بھی اسی موضوع کا حصہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ خطبہ ٹھہرٹھہر کر وضاحت کے ساتھ ارشاد فرماتے ، جہاں ضرورت ہوتی اہم نکات کی تکرار بھی فرماتے۔ بات پر زور دینے کے لئے ایک بات کو تین مرتبہ دہرانا رسول اللہﷺکا خاص انداز تھا۔ اکثرروایات کے آخر میں لکھاہوتاہے کہ رسول اللہﷺنے اس بات کو تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ وضاحت کے لئے ہاتھ اور انگلیوں سے اشارہ بھی کرتے جسے ہر روایت کرنے والا اسی طرح اپنے سامع کو نقل کرکے دکھاتا۔(۱۶) بعض دفعہ رسول اللہ ﷺمثال دے کر بات سمجھاتے۔ لوگوں نے امثال النبی پر الگ سے کتابیں لکھیں ہیں۔ یہ بھی ہوتا کہ قرآن کے اسلوب کی طرح پہلے بات کو اجمالاً بتاتے پھر تفصیلاً۔ یاپھر سوالیہ انداز میں مسئلہ بیان کرتے تاکہ سننے والا بات کی طرف متوجہ ہوجائے، پھر اس کا جواب خود عنایت فرماتے۔ علاوہ ازیں آپ مخاطبین کے درجات کے لحاظ

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

سے ان کو الگ الگ خطاب بھی کرتے۔ یہ سارے وہ پہلو ہیں جو حضور علیہ السلام کے خطبات اور ارشادات پر غور کرنے والوں نے دریافت کئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺکے املا کروائی ہوئی دستاویزات اور وثائق بھی سیرت کا ایک اہم موضوع ہیں۔ معاصر فرمانرواؤں کو دعوتی وتبلیغی خطوط، قبائل سے معاہدات اور ان کی تجدید، عمال کے تقرر نامے اور ان کے نام انتظامی احکامات(۱۷)، زمینوں اور مال گزاری کے متعلق احکامات(۱۸)، شخصی خطوط وغیرہ ان دستاویزات کا حصہ ہیں۔ یہ دستاویزات حدیث، تاریخ اور فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے ملتی ہیں۔ ان میں پائے جانے والی ہدایات کے باعث ان کی فقہی اہمیت بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ بعد کے زمانوں میں سیرت نگاروں نے ان دستاویزات کو الگ مجموعوں کی شکل میں تالیف کیا۔ مکاتیب نبوی پر سب سے پہلی کتاب برصغیر کے ایک عالم شیخ ابو جعفر محمد بن ابراہیم الدیبلی نے چوتھی صدی ہجری میں لکھی۔ یہ دیبل کے رہنے والے تھے جو کراچی کا پرانا نام ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی ہوچکاہے۔ اس کے علاوہ دسویں صدی ہجری کے ایک سیرت نگار محمد بن علی ابن طولون نے مکاتیب نبوی پر ٹھوس کام کیاہے۔ اس کے علاوہ بھی عربی اور اردو میں تحریری مواد موجود ہے۔ جامع ترین مجموعوں میں ایک برصغیر کے ڈاکٹر حمیداللہ کا "الوثائق السیاسیۃ فی العھد النبوی والخلافۃ الراشدۃ" ہے جس کا اردو ترجمہ بھی موجود ہے۔ وثائق کے ساتھ منسلک ایک موضوع ان وثائق کی کتابت کرنے والوں کا ہے۔ ان میں سے ایک گروہ تو کاتبین وحی کا تھا، یہ زیادہ تجربہ کار لوگوں پر مشتمل تھا۔ دیگر دستاویزات کے لئے ، جن کا تذکرہ ہورہاہے، کم تجربہ حضرات کی خدمات بھی لے لی جاتی تھیں۔ ان کاتبین پر علما نے کتابیں تحریر کی ہیں، جو سیرت کا حصہ ہیں۔(۱۹) یہ دستاویزات مسلمانوں کے لئے تقدس کا درجہ رکھتی تھیں اور جن قبائل یا خاندانوں کو رسول اللہﷺنے ایسی کوئی دستاویز دی تھی وہ اس کی بڑی حفاظت کرتے تھے۔(۲۰) لہٰذا اس میں جعل سازی کا خدشہ بھی رہتاتھا۔ ایسی جعل سازیوں کو محدثین نے طشت از بام کیا۔اس بنا پراب اصل دستاویزات میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں پایا جاتا۔(۲۱)

**باب سوم: علم سیرت ۔آغاز، ارتقا، تدوین اور توسیع:**

علم سیرت کی ضرورت واہمیت اور تفصیلی تعارف کے بعد اس کے آغاز وارتقاکی وضاحت کا مرحلہ آتاہے۔ علم سیرت کی تدوین اور ارتقا کے مختلف ادوار متعین کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ تعین حتمی نہیں ہے بل کہ ان میں خاصا تداخل بھی پایا جاتاہے۔ یہ کہنا کہ ایک دور فلاں سن سے شروع ہوکر فلاں سن میں ختم ہوگیا، قطعیت کے ساتھ درست نہ ہوگا بل کہ یہ اندازاً بات ہوگی۔ لہٰذا پہلا دور صحابہ کرام تک گنا جاتاہے۔ یہ سیرت کی معلومات کی جمع اور فراہمی کا دور ہے۔ اس کے دومرحلے

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

ہیں، پہلا مرحلہ تو رسول اللہ r کی پیدائش سے قبل ہی شروع ہوچکاتھا۔ ہم علم الانساب کا ذکر تفصیل سے کرچکے ہیں جس نے رسول اللہ ؐ کے اجداد کے بارے میں معلومات کومحفوظ رکھا۔ رسول اللہ r نے خود بھی کئی مرتبہ ان معلومات کی تصدیق کی۔ یہ مرحلہ رسول اللہ r کی وفات تک رہا۔ اوراس کے دور کا دوسرامرحلہ صحابہ کرامؓ کا ہے جنہوں نے سیرت کی معلومات اپنے سے بعد والے لوگوں کو پہنچائیں۔(۲۲)دوسرا دور تابعین اور تبع تابعین کا ہے(۲۳)یہ سیرت کی تدوین اور ترتیب کا دور ہے۔ اس میں زبانی جمع شدہ معلومات کو بڑے پیمانے پر تحریری شکل میں لایا گیا، جس سے ان معلومات کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ تیسرا دور سیرت کی تصنیف وتالیف کا دور ہے جس میں سیرت پر مفصل کتابیں لکھی گئیں اور اسے ایک منظم علم کے طور پر مرتب کیاگیا۔ یہ دور چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک شمار کیا جاتاہے۔ چوتھے دور کو استیعاب اور استقصاکا دور کہا جاسکتاہے۔(۲۴)

اس دور میں تمام قسم کے ماخذونسے سیرت کے بارے میں معلومات کو اخذ کرکے بڑے بڑے مجموعے ترتیب کئے گئے جو کئی کئی جلدوں پر مشتمل تھے۔ یہ دور چھٹی صدی ہجری کے اختتام تک گنا جاتاہے۔ پانچواں دور ساتویں صدی ہجری کے آغاز سے لے کر آج سے قریباً ڈیڑھ دو سو سال قبل تک کا ہے۔ یہ وہ دور ہے جس میں سیرت کے ذیلی موضوعات پر الگ الگ اور باقاعدہ کتب تحریر کی گئیں،جس کی تفصیل پچھلی بحث میں دی جاچکی ۔ چھٹا دور انیسویں صدی عیسوی کے نصف سے شروع ہوتاہے اور اسے تجدید سیرت کا دور کہتے ہیں۔ یہ وہ دور ہے جس میں مغربی دانشوروں نے، جن کے لئے مستشرقین کی اصطلاح قائم کی گئی، سیرت کا مطالعہ شروع کیا اور اس پر بے شمار قسم کے اعتراضات اٹھائے جو پہلے کبھی کسی نے نہ اٹھائے تھے۔ لہٰذا ان سوالات کے جوابات کے ضمن میں سیرت کی نئی جہتیں متعین ہوئیں اور نئے نئے پہلو سامنے آئے۔ اسی لئے اسے تجدید سیرت کا دور کہاجاتاہے۔ سیرت کے حوالے سے اس سے اگلادور مستقبل کا ہے جس میں سیرت کے حوالے سے بے شمار چیلنجز مسلم امہ کو درپیش ہیں۔ سیرت کے آغاز، تدوین، ارتقا اور توسیع کی مرحلہ وار تفصیل درج ذیل ہے۔

اس سے پیش تر بیان ہوچکاکہ سیرت کے متعلق تمام بنیادی باتیں قرآن میں موجود ہیں اور یہ سیرت کا اولین ماخذ ہے لہٰذا تدوین سیرت کا پہلا مرحلہ تدوین قرآن ہے۔ اسے سمجھنے کے لئے بہتر ہوگا کہ تدوین قرآن کے مراحل پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

قرآن مجید کی کتابیات اس کے نزول کے ساتھ ہی شروع ہوگئی تھی۔ (۲۵)

جیسے ہی قرآن کا نزول ہوتا رسول اللہ ﷺکسی صحابی کو بلاکر لکھوادیا کرتے۔ صحابہ اپنے پاس دست یاب مختلف چیزوں، مثلاً لکڑی، پتھر کی تختیوں اوراونٹ کے کندھے کی ہڈیوں، پر اسے لکھ لیا کرتے

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺکی مجلس میں یہ سارے پرزے اور پرچے (جن پر قرآن لکھاہوتا) لے جایاکرتے اورقرآن کو اس کی ترتیب کے مطابق لکھا کرتے تھے۔ رمضان کے مہینے میں خاص اہتمام سے صحابہ سے آپ ﷺقرآن سنتے اور اگرکہیں کوئی غلطی ہوتی تو درست فرمادیتے۔ رسول اللہ ﷺخود بھی حضرت جبرائیل ؑ کے ساتھ قرآن کا دور کیاکرتے اورآخری رمضان میں آپ نے دومرتبہ حضرت جبرائیل سے پورے قرآن کا دور کیا۔ لہٰذا رسول اللہ r کی وفات سے قبل پورا قرآن صحابہ کرام کو مرتب شکل میں یاد تھا اور مختلف صحابہ کرامؓ کے پاس مجموعوں کی شکل میں مختلف چیزوں پر لکھاہوا بھی موجود تھا۔ قرآن کی یہ ترتیب حفظ میں تو محفوظ تھی لیکن تحریر منتشر اجزا پر تھی اور ایک مکمل نسخے پر نہ تھی۔ اس کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی جب جنگ یمامہ مینحفاظ کرام کی ایک بڑی تعداد شہادت پاگئی۔ حضرت عمرؓ نے خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکرؓ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ حفاظ کے دنیا سے چلے جانے سے بعد والوں کو قرآن کی ترتیب میں اختلاف ہوسکتاہے۔ لہٰذا اس چیز کی حفاظت کے لئے نبوی ترتیب کے مطابق ایک نسخہ تیارکیاگیا، جسے مسجد نبوی میں رکھ دیاگیا۔ علاوہ ازیں بہت سے صحابہ نے بھی اپنے طورپر نسخے مرتب کئے اور اپنے پاس محفوظ کرلئے۔ صحابہ کرام نے اپنے لئے نسخے تو مرتب کرلئے لیکن بعض صحابہ نے بین السطور اپنی یاد داشت کے لئے تشریحی نکات لکھ چھوڑے ، بعض نے سورہ فاتحہ کی کثرت تلاوت کے باعث اسے لکھنا غیر ضروری سمجھا۔ (۲۶)لہٰذا مزید عرصہ گزرنے کے بعد یہ احساس پیداہوا کہ اگر یہ نسخے اسی طرح اگلی نسلوں کے پاس چلے گئے تو ایسانہ ہو کہ اضافی معلومات اور چھوڑی ہوئی کسی سورت کے باعث امت میں اختلاف پیداہوجائے اور تشریحی نکات کو اصل قرآن سمجھ لیاجائے۔ اس خدشے کو دور کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں قرآن کے تمام نسخے جمع کرکے ضائع کروا دیئے اور جو نسخہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تیار کروایاتھا اس کی نقول کرواکے اطراف سلطنت میں بھیجوادیں۔ اس طرح سے آج تک اسی نسخے کے ہجا کی پیروی کی جاتی ہے جو حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں لکھاتھا۔ اس کے بعد ایک قابل ذکر کارنامہ حجاج بن یوسف کا ہے کہ اس نے غیر عربوں کی آسانی کے لئے قرآن پر نقطے لگوادیئے، جس سے مصحف صدیقی کا ہجا مزید محفوظ ہوگیا اور آج قرآن میں کسی قسم کے اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں، لہٰذا سیرت کی بنیادی معلومات پوری طرح محفوظ ومامون ہیں۔

حدیث چوں کہ سیرت کا دوسرا اہم ماخذ ہے، لہٰذا اس کی صحت کے بارے میں بھی ایک مختصرتجزیہ مضمون کو سمجھنے میں مدد دے گا۔ علم حدیث ایک متواتر علم ہے اور کتب حدیث کے ہردور کے مخطوطے آج دست یاب ہیں۔ صرف صحیح بخاری کے کئی ہزار پرانے نسخے لکھے ہوئے مختلف کتب

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

خانوں میں موجود ہیں۔ احادیث بھی زبانی اور تحریری دونوں طرز پر محفوظ کی گئیں، لیکن قرآن کی طرح یہاں بھی فوقیت حفظ کو حاصل رہی۔ بعد کے ادوار میں اصل نسخوں کی دست یابی (۲۷) اور اشاعت نے ان زبانی طورپر مروی روایات کی مزید تصدیق کردی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر فواد سیزگن کی تحقیق جو جرمن میں قابل ذکر ہے۔ انہوں نے صحیح بخاری کے مصادر پر ایک کتاب لکھی اور ثابت کیا کہ بخاری میں موجود روایات، جوزبانی سند سے امام بخاریؒ تک پہنچیں مسلسل تحریری ذخائر کی صورت میں بھی موجود ہیں۔ (۲۸) لہٰذا تحریری اور زبانی ہردو طرح سے حدیث کا رسول اللہ r تک پہنچنا ثابت ہے۔ اس سے ان اعتراضات کا بطلان ہو جاتاہے جو احادیث کو چوتھی صدی ہجری میں زبانی روایات، جسے وہ قصے کہانیوں سے منسوب کرتے ہیں، کی مرتب شدہ شکل تصور کرتے ہیں۔ یہ توایک کتاب سے متعلق تھا، علما نے صحابہؓ (۲۹)اور تابعین کے احادیث کے مرتب کردہ مجموعوں کو نئے سرے سے کتابی شکل میں شائع کیا۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ نے ایسے سات مجموعوں کو ایک کتاب کی شکل میں مرتب کیا اور ساتھ ان کا انگریزی ترجمہ بھی کیا۔ حدیث کے مستند ہونے کے بارے میں علما کاکام اور دلائل ان گنت ہیں، یہاں صرف اتنی وضاحت پر ہی اکتفا کیاجاتاہے کیوں کہ اصل موضوع سیرت ہے۔ تدوین قرآن اور تدوین حدیث کی وضاحت کے بعد تیسری چیز خود تدوین سیرت ہے۔ سیرت کی جومعلومات قرآن اور حدیث کے علاوہ ہیں ان کی تدوین کاآغاز بھی رسول اللہ r کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا۔ "صحیفہ صادقہ "میں بہت سی معلومات سیرت سے متعلق تھیں جو بعد میں احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہوگئیں۔ دور نبوی اور دور صحابہ کی سیرت سے متعلق مدون کی گئیں زیادہ ترمعلومات کو کتب احادیث نے اپنے اندر محفوظ کیا۔(۳۰)

**باب چہارم: مناہج سیرت۔سیرت نگاری کے مناہج اور اسالیب:**

سیرت کے مناہج کو بیان کرنے سے مراد ان مناہج کی درجہ بندی نہیں بل کہ ان قابل ذکر رجحانات کا جائزہ لیناہے جن کے تحت نامور سیرت نگاروں نے کام کیا۔ رسول اللہ ﷺکی ذات مبارکہ پر سیرت نگاروں نے ہرپہلو سے کام کیاہے، ان تمام اسالیب کو بیان کرنا ایک مشکل اور طویل امر ہے۔ یہاں کچھ مزید سیرت نگاروں کا تذکرہ کیا جائے گا، جنہوں نے بیان سیرت کے لئے مختلف مناہج اختیارکئے ۔ سیر ت کے دست یاب ذخیرے پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے سیرت نگاری کے جو بڑے بڑے اسالیب ہمارے سامنے آتے ہیں ان کی تفصیل اس مضمون کا حصہ ہے۔

**محدثانہ اسلوب :**

اس اسلوب میں ان شخصیات نے کام کیا جودراصل حدیث کے متخصص تھے۔ ان کا بنیادی کام یہ تھا کہ سیرت سے متعلق ایسے مواد کو ترتیب دیاجائے جو حدیث کے کڑے اصولوں پر پورا اترتاہو۔ (۳۱) حدیث

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

سیرت کا دوسرا اہم مصدر ہے اس پر تفصیلی بحث گذشتہ باب میں ہوچکی ۔ کتب احادیث مینسیرت سے متعلق باقاعدہ ابواب موجود ہیں جن میں جہاد اور مغازی کے ابواب زیادہ اہم ہیں

مورخانہ اسلوب:

جیسے کہ بیان ہوا کہ احادیث میں زیادہ توجہ روایت کے درست ہونے پر دی جاتی ہے اور معلومات کے ہرحصے کے راویوں کو الگ الگ بیان کیاجاتاہے۔اس طرح جس سے کہ کسی واقعے کا ایک مکمل بیان پڑھنے کو نہیں مل سکتا۔ اس مسئلے کو اس طرح سے حل کیاگیاکہ ایک واقعے کی تمام روایات کو ایک مرتب انداز میں بیان کی شکل دی اور اس کے راویوں کو واقعے کے شروع میں بیان کردیاگیا۔ یہ انداز تابعی عروہ بن زبیر نے شروع کیا تھا جن سے خلیفہ عبدالملک نے سوالاً عہد نبوی کے مختلف واقعات کے بارے میں دریافت کیا تو عروہ نے راویوں نے نام یک جا کرکے بیان کئے اور اس کے ذیل میں واقعے کو بیان کردیا۔ اسے مورخانہ اسلوب کہتے ہیں اور اس میں واقدی، ابن اسحاق، ابن سعد اورزہری قابل ذکر ہیں۔ شروع میں اس انداز پر محدثین نے اعتراض کیا۔ (۳۲)کیوں کہ اس انداز میں یہ واضح نہیں ہوتا تھاکہ واقعے کا کون سا حصہ کس راوی کا ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ یہ اعتراض ختم ہوگیا کیونکہ جس کسی نے پورا واقعہ پڑھنا ہوتاتھا اسے اس سے غرض نہیں ہوتی تھی کہ اس کے راوی کون ہیں، لہٰذا قاری کی دل چسپی نے مورخانہ اسلوب کو پذیرائی بخشی اور یہ اسلوب عام ہوگیا۔ (۳۳)مورخانہ اسلوب کے حوالے سے معلومات کا سب سے بڑاذخیرہ علامہ ابن جریر طبری کاہے جو تفسیر میں بھی برابر کا مقام رکھتے تھے۔ عروہ بن زبیر اور موسیٰ بن عقبہ کے مغازی کا بیش تر حصہ ان ہی کی تاریخ سے ماخوذہے۔ ان کی کتاب آدم علیہ السلام سے لے کر ان کے دور کے واقعات پر مشتمل ہے۔ ابن جریر نے واقعات کو سند کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن ان کا درجہ متعین نہیں کیا۔ اپنے مقدمے میں انہوں نے یہ بات واضح کردی ہے کہ روایات کی جانچ پڑتال کا کام وہ استفادہ کرنے والوں پر چھوڑ تے ہیں۔ اس سے بعض اذہان اس طرف گئے ہیں کہ شاید ان کا تیار کردہ ذخیرہ معلومات بالکل قابل اعتماد نہیں لیکن کچھ روایات کے قابل اعتماد نہ ہونے سے یہ حکم سارے ذخیرے پر لاگو نہیں کیاجاسکتا۔ اس کے علاوہ امام ذہبی نے سیرت پر ایک کتاب مورخانہ اسلوب کے مطابق لکھی ہے۔ امام ذہبی محدث بھی تھے اور رجال کے ماہر بھی لہٰذا ان کی کتاب استناد کے لحاظ سے سب سے عمدہ ہے۔ اس کے علاوہ مسعودی اور یعقوبی نے بھی اس طرز پر کتابیں لکھی ہیں لیکن ان کا درجہ متذکرہ بالا کتابوں سے کم ہے۔

**مولفانہ اسلوب:**

ایک موضوع پرقابل قدر مواد اکٹھا ہوجانے کی صورت میں اس کی تالیف ایک ناگریز عمل ٹھہرتاہے۔ یہی مرحلہ سیرت نگاری میں بھی آیا کہ جب روایات کو اکٹھا کرنے کا کام مکمل ہوگیا تو ان روایات کو سامنے

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

رکھ کر کتابیں تالیف کی جانے لگیں۔ یہ کام تیسری صدی ہجری کے اواخر سے لے کر آج کے دور تک جاری وساری ہے۔ اس اسلوب کا فائدہ یہ ہواکہ جس کسی نے سیرت کو تالیف کیا اس نے صرف معلومات کو یک جا نہیں کیا بل کہ ان کا پھر سے جائزہ لیا، جس سے تحقیق در تحقیق کا فریضہ سرانجام پایا۔ ہر نئی تالیف سے بعض نئے پہلو سامنے آئے۔ علاوہ ازیں تالیف سے مختلف کاموں کا تقابلی جائزہ بھی ہوتارہا جس سے کہ مضبوط روایات اور آرا واضح ہوکر سامنے آئیں۔ جہاں خلاتھا وہ پر ہوگیا۔ لیکن اس کے ساتھ اس اسلوب کا ایک منفی پہلو بھی تھا کہ کتابوں کو زیادہ ضخیم کرنے کے سلسلے میں کم زور روایات نے بھی برابر اپنی جگہ بنائے رکھی۔ وہ زمانہ چوں کہ اسلام کے عروج کا تھا لہٰذا رسول اللہr اور صحابہ کے حوالے سے اس طرح سے نکیر کرنا جس طرح کے جدید دور میں مستشرقین نے کی ممکن نہ تھا، لہٰذا یہ سلسلہ بغیر روک ٹوک کے جاری رہا۔ (۳۴)

**فقہیانہ اسلوب :**

اس سے پیش تر بیان ہوچکاہے کہ سیرت کاآغاز حیات طیبہ کے قانونی نکات کو قلم بند کرنے سے ہوا جسے سیر سے موسوم کیاجاتا تھا لہٰذا اس پہلو کا سیرت کے ساتھ رہنا ایک فطری امر تھا۔ سیرت کے مطالعے کا ایک انداز یہ بھی راوج پایاکہ معلومات سیرت میں کون کون سے فقہی احکامات اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ مثال کے طورپر رسول اللہ r کے حج کرنے سے بہت سے احکامات نکلتے ہیں جیسے فقہا نے اپنی حج کی فقہ مرتب کرنے کے لئے استعمال کیاہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک رسول اللہ r نے حج قران فرمایا، امام احمد بن حنبل کے نزدیک حج افراداور امام شافعی کے نزدیک یہ حج تمتع تھا لہٰذا جس نے ا س کو جس انداز سے لیا اس انداز سے افضل قرار دیا۔ ان فقہی آراء کا قائم ہونا ان معلومات پر منحصر ہے جو کہ حدیث اور سیرت کی وساطت سے سامنے آئیں۔ لہٰذا یہ سیرت نگاری کا فقہی اسلوب ہے۔

**متکلمانہ اسلوب:**

سیرت کا مطالعہ علم کلام کے ضمن میں کرنا، اس کا متکلمانہ اسلوب ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سیرت کے مضامین کی عقلی دلائل سے توجیہہ کی جائے اور اس سلسلے میں نبوت اور معجزات کی بحث بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اسی اسلوب سے وہ ذیلی علم ترتیب پاتاہے جسے ہم دلائل نبوت کے حوالے سے ذکر کرچکے ہیں۔

**ادیبانہ اسلوب:**

سیرت کا یہ اسلوب بہت بعد کی اختراع ہے اور عربی سے پہلے اس نے فارسی اور اردو میں رواج پایا۔ اس اسلوب میں سیرت کو حکایت کے طرز پر یا منظوم شکل میں ڈھالنے کا کام شروع ہواتاکہ مضمون میں ادبی چاشنی پیداکرکے اسے عام لوگوں میں مقبول بنایاجاسکے۔ اس اسلوب کی مدد سے سیرت کی

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

ذیلی شاخ لوک سیرت (اگر ایساکہنا مناسب ہوتو) وجود میں آئی جس کی تفصیل اس سے قبل آچکی۔ (۳۵)

**مناظرانہ اسلوب:**

یہ اسلوب اس وقت منظر عام پر آیا جب اسلام کے مختلف مسالک نے ایک دوسرے پر اپنی علمی اور فقہی برتری ثابت کرنی شروع کی اور اس سلسلے میں اپنے موقف کے لئے سیرت سے دلائل پیش کئے۔ اس کا آغاز تو تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں ہی ہوگیاتھا لیکن اس کا زیادہ زور برطانوی ہند میں ہوا جب مختلف مسالک ایک دوسرے سے دست وگریبان ہوگئے۔ مسلکی حوالے سے تو یہ ایک منفی طرز عمل تھا لیکن سیرت کے حوالے یہ فائدہ مند ثابت ہوا کہ اس سے لوگوں میں سیرت کے واقعات اور معاملات عام ہونے لگے۔

**باب پنجم:چند نام ور سیرت نگار اور ان کے امتیازی خصائص:**

اسلام کا روایتی عہدمعیاری نظام تعلیم اور اعلیٰ تحقیقی کاوشوں سے مرکب ہے۔ اس عہد میں ہرقلم اٹھانے والا اپنے مضمون میں ایک نئی جہت کو متعارف کراتاتھا اور ہر کتاب یا تو گذشتہ کتابوں کا تکملہ ہوتی تھی یا پھر نئے کام کا مقدمہ۔ سیرت نگاری بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تقریباً ہر سیرت نگار نام وری کے رتبے پر فائز ہے لیکن ان تمام کا تذکرہ تحریر کو بہت طویل کردے گا۔ برصغیراور جدید دور کے سیرت نگاروں کا تذکرہ الگ مضامین میں آئے گا اوریہاں ابتدائی چند سیرت نگاروں کا تذکرہ کیا جائے گا۔ محققین کی رائے کے مطابق سیرت کی تقریباً تمام ابتدائی کتابوں کی بنیاد چار بڑی شخصیتوں کی تحقیق پر قائم ہے۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے دوسری صدی ہجری میں سیرت نگاری کو مضبوط بنیادوں پر قائم کیا۔ (۳۶)ان میں محمد بن اسحاق (م۱۵۱ھ)، محمد بن عمر واقدی (م۱۰۸ھ) ، محمد بن سعد(م ۱۳۰ھ) اور عبدالملک بن ہشام (۲۱۸ھ) کے نام شامل ہیں

**باب ششم :ریاست مدینہ ،دستور اور نظام حکومت:**

حکومت اور ریاست کسی نظام یاضابطہ حیات کو منضبط کرنے کا ایک مضبوط ذریعہ تو ہے لیکن مقصد نہیں۔ لہٰذا جب اسے ذریعے کے بجائے مقصد تصور کرلیا جاتاہے تو پھر اس میں خود اپنے ضابطوں سے ہی انحراف شروع ہوجاتاہے اور سیاست وحکومت مفاد پرستی کا مصداق ٹھہرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺنے بھی ایک ریاست قائم کی، جس کی بنیاد پر خلافت راشدہ میں دنیا کا ایک وسیع رقبہ اسلامی ریاست کی قلم رو میں شامل ہوا۔ مسلمانوں کے تصوردین ومذہب میں یہ چیزاتنی جاگزیں ہے کہ آج جب کہ جمہوری حکومتوں کا دور ہے پرانا نظام حکومت خود مسلمانوں میں ہی رائج نہیں پھر بھی حکومت اور قانون کا اسلامی یا سیکولر ہونا ایک مرکزی بحث کی حیثیت رکھتاہے۔ اس اہمیت کے پیش نظر اس چیز کا تجزیہ انتہائی ضروری ٹھہرتاہے کہ رسول اللہ ﷺنے جس ریاست کی بنیاد رکھی اور جن

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

اصولوں کے تحت اسے چلایا اس کی اہمیت کیا ہے اور الٰہی ہدایت سے اس کو کس قدر علاقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺکی بعثت کا بنیادی مقصد ان ہی کے ارشاد کے مطابق، مکارم اخلاق کی تکمیل کرنا تھا۔ (۳۷)اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانیت کی جملہ خوبیوں کا ایک نمونہ پیش کرنا جس کی پیروی کرکے افراد زندگی کے ہر شعبے میں انسانی قدروں کی بالادستی کو قائم کریں جیسے کہ الٰہیات کا تقاضا ہے۔ ان شعبوں میں سے ریاست اور سیاست ایسامیدان ہے جو مختلف شعبہ ہائے زندگی کے امور میں مرکزیت پیدا کرکے ایک تہذیب کو پروان چڑھاتاہے۔ اس اہمیت کے باوجود اس چیز کو نظر انداز نہیں کرناچاہئے کہ کسی بھی ریاست میں طرز سیاست کی بنیاد اس کا معاشرہ اور اس سے مربوط دیگر شعبہ ہائے زندگی ہی ہیں۔ لہٰذا اصل مقصد افراد کی زندگیوں کو انسانیت کی خوبیوں سے مزین کرناہے تاکہ وہ ایک اعلیٰ تہذیب کو پیداکرسکیں۔ اس طرح سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ریاست اور حکومت ذریعہ ہے اعلیٰ انسانی اقدار کو موثر طریقے سے قائم کرنے کا جب کہ اصل مقصدان اقدار کو افراد کی زندگیوں میں قائم کرناہے۔ ایک ریاست قائم کرنے اور حکومت چلانے سے اسلام کے پیش نظر یہی نظریہ ہے جسے پیغمبر اسلام نے ایک نمونے کے طورپر ریاست مدینہ میں قائم کیا۔ لہٰذا سیاست اورریاست کا تصور اسلام سے ہرگز متعارض نہیں بلکہ اسلامی نظام کے اتمام کا لازمی جزہے۔ فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ میں یہی پیغام مضمر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشن کے پیش نظر عیسائیوں کو یہ بات عجیب لگتی ہے کہ ایک نبی ایک ریاست کیسے قائم کرسکتاہے یا وہ سیاست کو کیسے اپناسکتاہے۔ (۳۸) اسی چیز کی بنیاد پر ایک معتدل مستشرق منٹگمری واٹ نے دوکتابیں Muhammad at Medinaاور Muhammad at Meccaلکھی ہیں جن کے بین السطور میں یہ بات واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے کہ وہ رسول اللہ r کے دونوں ادوار میں بہ حیثیت نبی اور حکمران کے فرق کررہاہے کہ مکے میں تو وہ ایک نبی کے طورپر نظر آتے ہیں جب کہ مدینے جاکر وہ ایک حکم ران بن گئے۔ یہ بات بھی اصولی طورپر غلط ہے کیوں کہ اسلام کے پیغام میں شروع سے ہی آفاقیت پائی جاتی ہے۔ یاایھاالناس کے الفاظ جوکہ مکی سورتوں میں بھی عام تھے اس بات کی غمازی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ رسول اللہr اپنی قوم اور دوسرے قبائل کو دعوت دیتے ہوئے یہ بات اکثر کہتے ہیں کہ لاالہ الااللہ پڑھ لو عرب تمہارے قبضے میں آجائے گا اور عجم تمہیں جزیہ دیا کریں گے۔(۳۹) یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلمانوں کی تعدادسیکڑوں میں بھی نہیں تھی اورمکے سے باہر اسلام کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔ اس غرض وغایت کے بعد اس چیز کا جائزہ لینا ہے کہ ریاست مدینہ کا قیام صرف وحی الٰہی کا تقاضا تھا یا اس کا کچھ تاریخی پس منظر بھی تھا۔ اس سلسلے میں یہ بات تو بدیہی ہے کہ عرب میں رسول اللہ کی بعثت کے وقت اس طرح کی متمدن حکومتیں قائم نہیں تھیں جیسے روم

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

اور ایران کی تھیں لیکن یمن ، حیرہ اور حضرموت جو کہ جزیرہ نما کے اطراف میں تھے، میں ماضی میں شان دار حکومتیں قائم رہی تھیں۔ البتہ اندرون عرب صحرائی خدوخال کی بہ دولت قبائلی نظام رائج تھا جس میں کہ حکومت کا طرز پایاجاتا تھا۔ ہر دس آدمیوں پر ایک ذمہ دار ہوتاتھا جسے عریف کہتے تھے۔ اسی طرح ہر دس عریفوں پر ایک نقیب ہوتاتھا۔ پورے قبیلے کی سرداری کے لئے ہمیشہ قابلیت کو معیار مانا جاتاتھا۔ مکے میں پانچویں صدی عیسوی میں اس طرز حکومت کی مزید ترقی یافتہ شکل قائم ہوئی جسے آں حضرت r کے جدامجد قصی بن کلاب نے قائم کیا۔ خانہ کعبہ کی تولیت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے نکل کر بنی جرہم اور ان کے بعد بنی خزاعہ کے پاس چلی گئی تھی۔ قصی نے بنی اسماعیل کو تولیت کعبہ کا اعزاز دوبارہ دلوایا اور قریش کو ارد گرد سے لاکر مکہ میں جمع کیا پھر ان کے لئے ایک شہری مملکت کے اصول وضع کئے۔ مختلف شعبے قائم کئے اور انہیں مختلف قبائل میں تقسیم کیا۔ قصی کے بعد ان کے پوتے ہاشم نے اس شہری مملکت کو مزید مضبوط بنیادوں پر استوار کیا اور ارد گرد کے قبائل اور حکومتوں سے سفارتی تعلقات قائم کرکے قریش کی تجارت کو محفوظ بنایا۔ ان کے قیصر روم سے بھی دوستانہ تعلقات تھے اور جب کبھی یہ قیصر کے دربار میں جاتے تو وہ اپنے امور کے متعلق ان سے مشورے بھی طلب کیا کرتاتھا۔ قرآن میں یہ جو کہا گیا : لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍOاِيْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِOفَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَاالْبَيْتِOالَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍO(۴۰) اس کاتاریخی پس منظر شہری مملکت مکہ کا اندرونی اور بیرونی طورپر محفوظ ہوناتھا۔ یہ تمام باتیں مدینہ میں قائم ہونے والی ریاست کی بنیاد بنیں بل کہ یوں کہناچاہئے کہ رسول اللہ ﷺکی ہجرت کے ساتھ شہری مملکت نے بھی مدینے کی طرف ہجرت کی۔ اس سلسلے میں جو باتیں مدینے میں دہرائی گئیں ان میں سے دو قابل ذکر ہیں۔ رسول اللہ r نے سب سے پہلا کام جو مدینے کی ریاست کے ضمن میں کیا وہ مدینے او ر اس سے باہر کے قبائل سے معاہدات تھے تاکہ مدینے کے دفاع کو مضبوط کیا جائے۔ دوسری بات یہ تھی کہ جو لوگ مکے کی شہری ریاست میں مختلف ذمے داریوں کو سنبھالے ہوئے تھے مدینے میں وہی ذمے داریاں ان کے سپرد کی گئیں۔ مثال کے طورپر حضرت ابوبکرؓ کے قبیلے بنی تیم کے پاس عدالتی امور کا شعبہ تھا تو مدینے میں بھی انہیں یہ ذمے داری سونپی گئی۔ حضرت عمرؓ کے قبیلے بنی عدی کے پاس مکے کی سفارت ہواکرتی تھی تو مدینے میں بھی یہ کام حضرت عمرؓ کے سپرد ہی کیاگیا۔ حتیٰ کہ فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ کی کنجیاں بنی عبدالدار کے عثمان بن طلحہ کے پاس تھیں تو یہ ان ہی کو سونپ دی گئیں اور آج تک ان کے خاندان کو یہ اعزاز حاصل ہے حال آں کہ عثمان بن طلحہ فتح مکہ تک ایمان نہیں لائے تھے اور ہجرت کے وقت جب رسول اللہ r نے ان سے کعبے میں الوداعی عبادت کی اجازت چاہی تھی تو عثمان نے ان کے لئے کعبہ کا

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

دروازہ نہیں کھولاتھا۔ (۴۱)

ابوطالب کی وفات کے بعد بنی ہاشم کی سرداری ابولہب کے پاس چلی گئی جو آپ r کا جانی دشمن تھا۔ اسی سال حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہوگیا جن کا کہ قریش میں بڑا وقارتھا۔ اس سے قریش کی مخالفت مزید بڑھ گئی۔ اس صورت حال میں رسول اللہ ﷺنے مکہ سے باہر اسلام کا مرکز قائم کرنے کی طرف توجہ دی۔ اس سلسلے میں پیش رفت مدینے کے لوگوں سے ملاقات کے بعد ہوئی۔سب سے پہلے مدینے سے سوید بن الصامت کی رسول اللہ ﷺسے ملاقات ہوئی جوآپ کی باتوں سے متاثر ہوئے لیکن ان کے اسلام لانے کی تصدیق نہیں ہوسکی۔ اس کے بعد قبیلہ بنی اوس کی ایک شاخ بنی عبدالاشہل کے کچھ لوگ حج کے موقع پر رسول اللہﷺملے اور انہیں اپنی دعوت پیش کی۔ انہوں نے بھی توجہ سے سنا لیکن انہیں زیادہ دل چسپی اس حربی معاہدے میں تھی جو وہ خزرج کے مقابلے کے لئے قریش سے کرنے آئے تھے۔ (۴۲) اس کے بعد نبوت کے گیارھویں سال مدینے سے آنے والے چھ حجاج نے رسول اللہﷺکے ہاتھ پر اسلام قبول کیا لیکن اس میں مستقبل سے متعلق کوئی بات طے نہیں ہوئی۔ نبوت کے بارہویں سال بہ شمول ان پانچ حضرات کے جنہوں نے پچھلے سال اسلام قبول کیا تھا کل بارہ لوگوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بل کہ رسول اللہﷺکے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ پیغمبر اسلام کی سرپرستی میں اسلام کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے ان کا ہرحالت میں ساتھ دیں گے۔ (۴۳) اسے بیعت عقبہ اولیٰ کہتے ہیں۔ اس واقعے کے بعد رسول اللہ نے مصعب بن عمیرؓ کو مبلغ اور اپنا نائب بناکر مدینے روانہ کیا۔ نبوت کے تیرہویں سال مدینے سے ۷۲ لوگوں نے عقبہ ہی کے مقام پر اسلام قبول کیا اور اب کے رسول اللہ r کے لئے لڑنے مرنے کی بیعت کی۔ اسے بیعت عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔ (۴۴) ان ملاقاتوں کی ایک اہمیت یہ بھی تھی کہ ان میں شامل لوگ اپنے قبائل کے سرکردہ لوگ تھے۔ اس بیعت کے نتیجے میں ایک ایسی ریاست وجود میں آئی جس کے لوگ اپنے حکمران سے ایک معاہدے میں شریک ہوئے تھے ۔ تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ ریاست کے قیام سے قبل حکم راں سے اس طرح کا معاہدہ کیاگیاہو۔ لہٰذا رسول اللہﷺکو مدینے آنے کی دعوت ملی۔ صحابہ کرامؓ ایک ایک کرکے مدینے روانہ ہونے لگے اورآخر میں آپr بھی حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مدینے روانہ ہوگئے۔

مدینہ بقیہ عرب کی طرح قبائلی کش مکش کی آماجگاہ تھی۔ خاص طورپر اوس اور خزرج کے درمیان پرانی مخاصمت چل رہی تھی جس پر بعاث کے نام سے ایک جنگ بھی ہوچکی تھی۔ ہجرت سے ذراپہلے دونوں کے درمیان صلح ہوگئی اور اس کے نتیجے میں دونوں قبیلوں کا مشترکہ سربراہ بنانے کی تجویز زیر غور تھی اور اس کے لئے عبداللہ بن ابی سلول کا نام نمایاں تھا۔ یہ نوبت نہ آسکی اور رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ اسی کے رد عمل کے طور پر عبداللہ بن ابی بہ

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

ظاہر مسلمان ہوتے ہوئے مارآستین بن گیا اور رئیس المنافقین کہلایا۔ اوس وخزرج نے جوکہ اسلام لانے کے نتیجے میں انصار بنے رسول اللہ ﷺ کی سیادت کو تسلیم کرلیا اور رسول اللہ ﷺنے ہجرت سے قبل ہی مدینے کا داخلی نظم ونسق طے کردیا۔ انصار کے قبیلوں کے نقیب مقرر کرکے مہاجرین کو انصار کے مختلف قبائل کا حصہ بنادیا جسے مواخات کا عمل کہاجاتاہے۔ مواخات عرب کے ایک قدیم ادارے کا احیا تھا جسے ولا کہتے تھے۔ ولا میں کوئی شخص اپنے قبیلے سے تعلق ختم کرکے کسی قبیلے سے اپنا تعلق قائم کرسکتاتھا، بہ شرطے کہ دوسرا قبیلہ اسے قبول کرلے۔ اس سے وہ شخص نئے قبیلے کا فرد بن جاتاتھا۔

**خطبات مدراس کی خصوصیات:**

**پہلا خطبہ :(انسانیت کی تکمیل صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرتوں سے ہی ہوسکتی ہے۔)**

دنیا کا یہ طلسمی کارخانہ رنگا رنگ عجائبات سے معمور ہے قسم قسم کی مخلوقات ہیں، ہر مخلوق کی علیحدہ علیحدہ صفتیں اور خاصیتیں ہیں، جمادات سے لے کر انسان تک نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ بتدریج اور آہستہ آہستہ ان میں احساس، ادراک اور ارادہ کی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ جمادات کی ابتدائی قسم مثلاً ذرات(ایٹمز) یا ایتھر ہر قسم کے احساس اور ادراک اور ارادہ سے خالی ہے، جمادات کے اور اقسام میں ایک طرح کی زندگی کا ہلکا سانس ملتا ہے نباتات میں احساس کی ایک غیر ارادی کیفیت نشونما کی صورت میں جلوہ گر معلوم ہوتی ہے۔ حیوانات میں احساس کے ساتھ ارادہ کی حرکت بھی ہے انسان میں احساس، ادراک اور ارادہ پورے کمال کے ساتھ پایا جاتاہے یہی احساس ادراک اور ارادہ ہماری تمام ذمہ داریوں کا اصلی سبب ہے مخلوق کی جس صنف میں جس حد تک یہ چیزیں کم ہیں اسی حد تک یہ چیزیں کم ہیں اسی حد تک وہ ارادی فرائض سے محروم ہیں۔ نباتات میں زندگی اور موت کے کچھ فرائض پیدا ہوجاتے ہیں۔ حیوانات میں کچھ اور فرائض بڑھ جاتے ہیں، انسان کو دیکھئے تو وہ فرائض کی پابندیوں سے سراسر جکڑا ہوا ہے۔ پھر انسان کے مختلف افراد پر نظر ڈالئے تو مجنون، پاگل، بےوقوف بچے، ایک طرف اور دعاقل بالغ دانا، ہوشیار عالم دوسری طرف، اسی احساس، ادراک اور ارادہ کی کمی بیشی کے لحاظ سےے اپنے اپنے فرائض کچھ نہیں رکھتے یا کم رکھتے ہیں یا بہت زیادہ رکھتے ہیں۔(۳۵)

دوسری حیثیت سے دیکھئے کہ جس مخلوق میں احساس، ادراک اور ارادہ کی جتنی کمی ہے اتنی ہی فطرت اور قدرت الہی اس کی پرورش اور نشوونما کے فرائض کا بار خود اپنے اوپر اٹھائے ہیں۔اور جیسے جیسے مخلوقات آنکھیں آنکھیں کھولتی جاتی ہیں، فطرت اس بار کو اس کے احساس و ادراک و ارادہ کے مطابق ہر صنف مخلوق پر ڈالتی جاتی ہے، پہاڑوں کے لعل و گہرکی پرورش کون کرتا ہے؟ سمندر کی مچھلیوں کو کون پالتا ہے؟ جنگل کے جانوروں کی غور و پرداخت کا فرض کون انجام دیتاہے؟

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

حیوانات کی بیماری اور گرمی سردی کی دیکھ بھال کون کرتا ہے؟ یہاں تک کہ سرد یا گرم مقامات کے رہنے والے حیوانوں اور پہاڑی ، جنگلی اور صحرائی جانوروں میں بھی باوجود ایک ہی قسم کی نوع حیوان ہونے کے آب و ہوا کی مختلف ضروریات کی بناء پر آپ ان کی ظاہری حالتوں میں صریح فرق پائیں گے۔ یورپ کے کتے اور افریقہ کے کتے کی ضرورتوں میں موسم اور آب و ہوا کے ملکوں کے جانوروں میں پنجہ ، بال ، روئیں، کھال کے رنگ اور اور چیزوں میں سخت اختلافات پائے جاتے ہیں یہ تو حصول منفعت کی صورتیں اور شکلیں تھیں، جن سے آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ جہاں جس حد تک احساس، ادراک اور ارادہ کی کمی ہے، فطرت اور قدرت خود اس کمی کی کفالت کرلیتی ہے اور جیسے جیسے مخلوقات الہی درجہ بدرجہ بلوغ کے مرتبہ کو پہنچتی جاتی ہے فطرت منافع کی صورتیں خود ان کے قویٰ کے سپر کرکے علیحدہ ہوتی جاتی ہے۔ انسان کو اپنی روزی کا سامان آپ خود کرنا پڑتا ہے۔ وہ کاشتی کاری اور درختوں کے لگانے اور میووں کے پیدا کرنے کی محنت اٹھاتا ہے.

دوستو ! تم خواہ کسی مذہب اور کسی فلسفہ کے معتقد ہو تم کو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ تمہاری انسانی ذمہ داریوں کا اصلی سبب تمہارے احساس اور ادراک، تعقل اور ارادے کی قوتیں ہیں۔ اسلام میں ان ذمہ داریوں کا شرعی نام "تکلیف " ہے یہ تکلیف خود تمہارے اندرونی اور بیرونی قویٰ کے مطابق تم پر عائد ہے۔ اسلام کا خدایہ اصول بتاتا ہے۔

**لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا.** ترجمہ: "خدا کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا لیکن اس کی وسعت کے مطابق۔" یہی "تکلیف" کی ذمہ داری اور فرض جو دوسری جگہ"امانت " کے لفظ سے قرآن میں ادا ہوا ہے۔ یہ امانت کا بار، جمادات، نباتات،حیوانات بلکہ پہاڑوں اور اونچے آسمانوں کے سامنے پیش کیا گیا لیکن ان میں سے کوئی اس کو اٹھا نہ سکا۔

**انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھاواشفقن منھا وحملھا الانسان انہٗ کان ظلو ماجھولا**

ترجمہ:"ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اس امانت کو پیش کیا تو انہوں(فطری عدم صلاحیت کی بنا پر زبان حال سے) اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈرے۔ پھر انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ بےشک وہ ظالم اور نادان تھا۔"

ظالم و نادان دیوانہ عشق کی دوسری تعبیر ہے ظالم یعنی اپنی حد سے آگے بڑھ جانے والا۔ یہ صفت انسان کی عملی قوت کی بے اعتدالی کا اور "جاہل و نادان" ہونا اس کی عقلی و ذہنی قوت کی بے اعتدالی کا نام "ظلوم" کا مقابل"عادل" اور "جہول" کا مقابل"عالم" ہے عدل و علم جو بالفعل انسان کو حاصل نہیں ان کو حاصل کرنے کےلئے اس کی عملی قوت یعنی میانہ روی اور اعتدال اور ذہنی قوت میں"علم" اور

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

معرفت کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں عدل کا دوسرا نام "عمل صالح" اور علم کا دوسرا نام "ایمان"ہے۔

**والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنوا و عملواالصالحات(العصر)**

"زمانہ کی قسم! بے شک انسان گھاٹے میں ہے لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے۔"

یہ نقصان اور گھاٹا وہی ظلم عملی اور جہل علمی ہے اور اس کا علاج"ایمان" یعنی علم اور صحیح اور"عدل" یعنی عمل صالح ہے۔ اس واقعہ کی شہادت میں کہ انسانیت اس وقت تک گھاٹے اور ٹوٹے میں ہے، جب تک اس کو ایمان اور عمل صالح کی توفیق نہ ملے اللہ تعالیٰ نے زمانے کو پیش کیا ہے، زمانہ سے مقصود واقعات، حوادثات، اور آثار ہیں جو زمانہ کے آغاز سے آج تک دنیا میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ "کارلائل" کے مشہور فقرہ کے مطابق کہ "تاریخ صرف بڑے لوگوں کی سوانح عمریوں کے سلسلہ کا نام ہے۔" زمانہ کی تاریخ خود اس پر گواہ کہ دنیا میں وہ تمام قومیں اور قوموں کے وہ تمام افراد ہمیشہ گھاٹے اور ٹوٹے میں رہے ہیں اور برباد ہلاک ہوئے ہیں جو ایمان اور عمل صالح سے محروم تھے۔

حکماء اور فلاسفر جنہوں نے بارہا اپنی عقل رسا سے نظام عالم کے نقشے بدل دئے ہیں جنہوں نے عجائبات عالم کی طلسم کشائی کے حیرت انگیز نظرئیے پیش کئے ہیں۔ وہ بھی انسانیت کے نظام ہدایت کا کوئی عملی نقشہ پیش نہ کرسکے، اور نہ فرائض انسانی کی طلسم کشائی میں کوئی عملی کام کر سکے کہ ان کی دقیق نکتہ سنجیوں اور بلند خیالوں کے پیچھے بھی حسن عمل کا کوئی نمونہ نہ تھا۔

ارسطو نے فلسفہ اخلاق کی بنیاد ڈالی۔ ہر یونیورسٹی میں اس کے ایتھکس پر بہترین لیکچر دیئے جاتے ہیں اور اخلاقی مسائل میں اس کی نکتہ آفرینیوں کی داد دی جاتی ہے لیکن سچ بتاؤ اس کو پڑھ کر یا سن کو نوع انسانی کے کتنے افراد راہ راست پر آئے، آج دنیا کی ہر یونیورسٹی میں ایتھکس کے بڑے بڑے لائق پروفیسر اور اساتذہ موجود ہیں۔ مگر ان کے علم اخلاق کے فلسفیانہ رموز و اسرار کا دائرہ اثر ان درس گاہوں کی چہار دیواریوں سے کبھی آگے بڑھ سکا؟ یا بڑھ سکتاہے؟ اس لئے کہ جب ان کمروں سے نکل کر وہ باہر میدان میں آتے ہیں تو ان کی عملی زندگی عام افراد انسانی سے ایک انچ بھی بلند نہیں ہوتی اور انسا ن کانوں سے نہیں آنکھوں سے بنتا ہے۔ دنیا کے اسٹیج پر بڑے بڑے بادشاہ حکمران بھی رونما ہوئے ہیں، جنہوں نے کبھی کبھی چار دانگ عالم پر حکومت کی ہے۔ قوموں کی جان و مال پر قابض ہوئے ہیں، ایک ملک کو اجاڑا اور دوسرے کو بسایا ہے۔ ایک قوم کو گھٹایا اور دوسری کو بڑھایا ہے۔ ایک سے چھینا اور دوسرے کو دیا ہے، مگر ان کا عام نقشہ وہی رہا جس کو قرآن پاک نے ایک آیت میں ملکئہ سبا کی زبانی ادا کیا ہے۔

**ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلواعزۃ اھلھا اذلۃ۔**

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

" بے شک بادشاہ جب کسی آبادی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو بگاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے معزز باشندوں کو ذلیل کردیتے ہیں۔

ان کی تلواروں کی دھاک نے آبادیوں اور مجمعوں کے مجرموں کو روپوش کردیا لیکن تنہائیوں اور خلوت خانوں کے روپوش مجرموں کو وہ باز نہ رکھ سکے۔ انہوں نے بازاروں اور راستوں میں امن و امان قائم کیا۔ لیکن دلوں کی بستی میں وہ امن و امان قائم نہ کرسکے۔ انہوں نے ملک کا نظم درست کیا۔ لیکن روحوں کی مملکت کا نظم و نسق درست نہ ہوسکا۔ بلکہ ہر قسم کی روحانی بربادی انہی کے درباروں سے نکل کر ہرجگہ پھیلتی رہی۔ کیا سکندر اور سیزر جیسے بڑے بڑے بادشاہ بھی ہمارے لئے کچھ چھوڑ گئے؟

انسانوں کی عمدہ معاشرت ، صحیح تمدن اور اعلی مسرت کی تکمیل اور کائنات کے اندر اس کو اشرف المخلوقات کا مرتبہ حاصل کرانے میں یقیناً تمام کارکن طبقات انسانی حصہ ہے، ہیئت دانوں نے ستاروں کی چالیں بتائیں، حکماء نے چیزوں کے خواص ظاہر کیے، طبیبوں نے بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے۔ مہندسوں نے عمارتوں کا فن نکالا، صناعوں نے ہنر اور فن پیدا کئے، ان سب کی کوششوں سے مل کر یہ دنیا تکمیل کو پہنچی ، اس لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں مگر سب سے زیادہ ممنون ہم ان بزرگوں کےجنہوں نے ہماری روحانی دنیا کو آباد کیا، جنہوں نے ہماری حرص و ہوئ کی اندرونی چالیں درست کیں، ہماری روحانی بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے ہمارے جذبات، ہمارے احساسات اور ہمارے ارادوں کے نقشے درست کئے، ہمارے ارادوں کے نقشے درست کئے، ہمارے نفوس و قلوب کے عروج کا فن ترتیب دیا۔ جس سے دنیا کے صحیح تمدن اور صحیح معاشرت کی تکمیل ہوئی، اخلاق و سیرت انسانیت کا جوہر قرار پایا۔ نیکی اور بھلائی ایوان عمل کے نقش و نگار ٹھہرے، خدا بندہ کا رشتہ باہم مضبوط ہوا اور روز الست کا بھولا ہوا وعدہ ہم کو یاد آیا ، اگر ہم انسانی سرشت کے ان رموز و اسرار اور نیکی و سعادت کے ان پیغمبرانہ تعلیمات سے ناواقف ہوتے تو کیا یہ دنیا کبھی تکمیل کو پہنچ سکتی ، اس لئے اس برگزیدہ اور پاک طبقہ انسانی کے احسانات ہم انسانوں پر سب سے زیادہ ہیں اور اس ہر فردانسانی پر خواہ وہ کسی صنف سے تعلق رکھتا ہو، ان کی شکر گزاری کا اظہار واجب ہے اسی کا نام اسلام کی زبان میں صلٰوۃ و سلام ہے، جو ہمیشہ ہی انبیائے کرام کے نام نامی کے ساتھ ساتھ ادا کرتے ہیں۔

**دوسرا خطبہ: (عالم گیر اور دائمی نمونہ عمل صرف محمد رسول ﷺ کی سیرت ہے)**

دوستو! آج ہماری بزم کا دوسرا دن ہے اس سے پہلے جو کچھ عرض ہوچکا ہے وہ پیش نظر رہے تو سلسلہ سخن آگے بڑھے میری پچھلی تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ انسان کے حال کو مستقبل کی تاریکی کو چاک کرنے کےلئے ماضی کی روشنی سے فیض حاصل کرنا ضروری ہے، جن مختلف انسانی طبقوں نے ہم پر احسان کئے ہیں وہ سب شکریہ کے مستحق ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ ہم پر جن بزرگوں کا احسان

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

ہے، وہ انبیائے کرام علیہم السلام ہیں، ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی قوموں کے سامنے اس زمانہ کے مناسب حال اخلاق عالیہ اور صفات کاملہ کا ایک نہ ایک بلند ترین معجزانہ نمونہ پیش کیا۔ کسی نے صبر، کسی نے ایثار، کسی نے قربانی، کسی نے جوش توحید ، کسی نے ولولہ حق، کسی نے تسلیم، کسی نے عفت، کسی نے زہد ، غرض ہر ایک نے دنیا میں انسان کی پرپیچ زندگی کے راستہ میں ایک ایک منار قائم کردیا ہے جس سے صراط مستقیم کا پتہ لگ سکے مگر ضرورت تھی ایک ایسے رہنما اور راہبر کی جو اس سرے سے لے کر اس سرے تک پوری راہ کو اپنے ہدایات اور عملی مثالوں سے روشن کردے، گویا ہمارے ہاتھ میں اپنی عملی زندگی کا پورا گائیڈ بک دے دیا۔ جس کو لے اسی تعلیم و ہدایت کے مطابق ہر مسافر بے خطر منزل مقصود کا پتہ پالے۔ اس راہنما سلسلہ انبیا علیہم السلام کے آخری فرد حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں۔ قرآن نے کہا:

**یاایھاالنبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا ونذیراو داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔**

"خوشخبری سنانے والا اور غافلوں کو ہوشیار کر نے والا اور خدا کی طرف اس کے حکم سے پکارنے والا اور ایک روشن کرنے والا چراح بنا کر بھیجا۔

میں نے آج جو کچھ کہا ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے میں یہ کہنا اور دکھانا چاہتا ہوں کہ آئیڈیل لائف اور نمونہ تقلید بننے کےلئے جو حیات انسانی منتخب کی جائے ضروری ہے کہ اس کی سیرت کے موجودہ نقشہ میں یہ چار باتیں پائی جائیں یعنی تاریخیت ، جامعیت ، کاملیت اور عملیت میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگیاں ان کے عہد اور زمانہ میں ان خصوصیات سے خالی تھیں، بلکہ یہ مقصد ہے کہ ان کی سیرتین جو ان کے بعد عام انسانوں تک پہنچیں، یا جو اج موجود ہیں، وہ ان خصوصیات سے خالی ہیں اور ایسا ہونا مصلحت الہی کے مطابق تھا تاکہ یہ ثابت ہوسکے کہ وہ انبیاء محدود زمانہ اور متعین قوموں کے لئے تھے، اس لئے ان کی سیرتوں کو دوسری قوموں اور آئندہ زمانہ تک محفوظ رہنے کی ضرورت نہ تھی، صرف محمد ﷺ تمام دنیا کی قوموں کےلئے اور قیامت تک کےلئے نمونہ عمل اور قابل تقلید بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ا سلئے آپ کی سیرت ہر حیثیت سے مکمل ، دائمی اور ہمیشہ کےلئے محفوظ رہنے کی ضرورت تھی اور یہی ختم نبوت کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے۔

## تیسرا خطبہ: تاریخیت

آئیے اب ان چاروں معیاروں کے مطابق پیغمبر اسلام علیہ السلام کی سیرت مبارکہ پر نظر ڈالیں۔ سب سے پہلی چیز تاریخیت ہے۔ اس باب میں تمام دنیا متفق ہے کہ اس حیثیت سے اسلام نے اپنے پیغمبر اور نہ صرف اپنے پیغمبر کی بلکہ ہر اس چیز کی اور اس شخص کی جس کا ادنی سا تعلق بھی حضرت محمد

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

ﷺ کی ذاتِ مبارک سے تھا، جس طرح حفاظت کی ہے وہ عالم کےلئے مایۂ حیات ہے۔ ان لوگوں کو جو آنحضرت کے اقوال افعال اور متعلقات زندگی کی رویت ، تحریری اور تدوین کا فرض انجام دیتے ہیں، راویان حدیث و رواۃ یا محدثین اور ارباب سیر کہتے ہیں جن صحابہ رضوان علیہم ، تابعین اور تبع تابعین اور بعد کے چوتھی صدی ہجری تک کے اشخاص داخل ہیں، جب تمام سرمایہ روایت، تحریری صورت میں آگیا تو ان تمام راویوں کے نام و نشان، تاریخ زندگی، اخلاق وعادات کو بھی قید تحریری میں لیا گیا جن کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے اور ان سب کے مجموعہ احوال کا نام اسماء الرجال ہے مشہور جرمن ڈاکٹر اسپر نگر جو 1854ء اور اس کے بعد تک ہندوستان کے علمی و تعلیمی صیغہ سے متعلق تھے اور"بنگال ایشیاء ٹک سوسائٹی" کے سیکرٹری تھے اور ان کے عہد میں خود ان کی محنت سے واقدی کی مغازی، وان کریمر کی اثیٹر شپ میں 1854ء میں شائع ہوئی اور صحابہ کرام رضوان علیہم کے حالات میں حافظہ ابن حجر" اصابہ فی احوال الصحابہ "طبع ہوئی اور جنہوں نے (جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے1۔کہ وہ پہلے یورپین شخص ہیں جس نے خاص ابتدائی عربی ماخذوں سے)"لائف آف محمد" لکھی2۔ہے اور مخالفانہ لکھی ہے وہ بھی اصابہ کے انگریزی مقدمہ مطبوعہ کلکتہ 1873ء، 1864ء میں لکھتے ہیں۔

"کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح "اسماء الرجال" کا عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہوسکتا ہو"۔

صحابہ کرام رضوان علیہم کی تعداد حیات نبویﷺ کے اخیر سال حجتہ الوداع میں تقریباً ایک لاکھ تھی، ان میں گیارہ ہزار آدمی ایسے ہیں جن کے نام و نشان آج تحریری صورت میں تاریخ کے اوراق میں جو خاص انہی کے حالات میں لکھے گئے ہیں، اس لئے موجود ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن میں سے ہر اک نے کم و بیش آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال و واقعات میں سے کچھ نہ کچھ حصہ دوسروں تک پہنچایا ہے یعنی جنہوں نے روایت کی خدمت انجام دی ہے اور یہی سبب ان کی تاریخی زندگی کاہے۔

تابعین صحابہ رضی اللہ عنہ کا تلامذہ کا دور 1ھ کے آغاز سے اس طرح شروع ہوتا ہے کہ گو وہ پیدا ہوچکے تھے مگر آنحضرت ﷺ کی زیارت سے محروم رہے یا بہت بچے تھے اور آنحضرت کا فیض نہ حاصل کرسکے، چنانچہ عبدالرحمٰن بن حارث تابعیؒ تقریبا 3ھ میں قید بن ابی حازم ؒ4ھ میں، سعید بن مسیبؒ 14ھ میں پیدا ہوچکے تھے یہ دکھانے کےلئے صحابہ کے بعد گروہ در گرو تابعین جو دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں پھیلے تھے اور رسول ﷺ کے وقائع و حالات اور احکم و قضایا کی تعلیم تبلیغ اور اشاعت میں مصروف تھے۔ ان کی مجموعی تعداد کیا ہوگی؟ میں صرف ایک مدینہ کے تابعین کی تعداد ابن سعد

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

کے حوالہ سے بتاتا ہوں۔ طبقئہ اولیٰ۔یعنی ان تابعیوں کی تعداد جنہوں نے بڑے بڑے صحابہ کو دیکھا تھا اور ان سے واقعات و مسائل سنے تھے 139ہے۔

طبقئہ دوم۔یعنی وہ تابعی جنہوں نے مدینہ میں عام صحابیوں کو دیکھا اور ان سے سنا 129 ہیں۔

طبقئہ سوم۔کہ وہ تابعین جنہوں نے متعد یدا کسی ایک صحابی کو دیکھا اور اس سے سنا 87 ہیں۔ اس طرح تابعین کی کل تعداد 355 ہے۔ ایک صحابی کو دیکھا یہ تعداد صرف اس ایک شہر کی ہے اسی سے مکہ معظمہ ، طائف،بصرہ،کوفہ،دمشق،یمن اور مصر وغیرہ کے ان تابعیوں کا اندازہ لگاؤ جو اپنے شہروں میں صحابہ کرام رضوان علیھم کے تلمذ کا شرف رکھتے تھے یہی وہ لوگ ہیں جن کی روایات آج سیرت نبویﷺ کا سب سے بڑا سرمایہ ہیں ان کی وفات کی "تاریخوں" پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ ان کی وفات کے سال اس قدر متاخر ہیں کہ ان سے فیض اٹھانے اور ان کی روایتوں کو حفظ اور تدوین کرنے والوں کی تعداد بے شمار ہوگی۔ انہی باتوں کی واقفیت اور آگاہی کا نام اس زمانہ میں علم تھا اور وہ دینی اور دنیاوی دونوں عزتوں کا ذریعہ تھا۔ اس لئے ہزاروں صحابہ کرام رضوان علیھم جو کچھ دیکھا جاتا تھا آنحضرت ﷺ کے حکم بلغو اعنی(مجھ سے جو کچھ سنو اور دیکھو اس ی اشاعت کرویافلیُبلغ الشھد الغائب(جو مجھے دیکھ رہے ہیں اور مجھے سن رہے ہیں وہ ان کو مطلع کردیں جو اس سے محروم رہے ہیں)کے مطابق وہ سب اپنی اپنی اولادوں عزیزوں ، دوستوں اور ملنے والوں کو سناتے اور بتاتے رہتے تھے۔ یہی ان کی زندگی کاکام اور یہی ان کے روزو شب کا مشغلہ تھا۔ اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم کے بعد فوراً ہی دوسری نوجوان پود ان معلومات کی حفاظت کےلئے کھڑی ہوگئی۔ان میں سے ہر ایک کو ہر واقعہ کا لفظ لفظ یاد کرنا پڑتا تھا، ان کو دہرانا پڑتا تھا اور حرفاً حرفاً محفوظ رکھنا پڑتا تھا، آنحضرتﷺ نے جہاں اپنے اقوال اور افعال کی اشاعت کی تاکید کی تھی، وہاں یہ بھی تہدید کردی تھی کہ"جو کوئی میرے متعلق قصداً کوئی غلط یا جھوٹ بات بیان کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا"۔ اس اعلان کا یہ اثر تھا کہ بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان علیھم روایت کرتے وقت کانپنے لگتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی کوئی بات نقل کی تو چہرے کا رنگ بدل گیا، پھر کہا "حضور ﷺ نے ایسا ہی فرمایا تھا یا اسی کے قریب قریب فرمایا تھا"۔

عربوں کا حافظہ فطرتاً نہایت قوی تھا، وہ سینکڑوں اشعار قصیدے زبانی یاد رکھتے تھے اس کے علاوہ فطرت کا قاعدہ یہ ہے کہ جس قوت سے جس قدر کام لیا جائے اسی قدر زیادہ اس کو ترقی ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان علیھم اور تابعین کرام رضوان علیھم نے قوت حفظ کو معارجِ کمال تک پہنچایا۔ وہ ایک ایک واقعہ اور ایک ایک حدیث کو اس طرح زبانی سن کر یاد کرتے تھے جیسے آج مسلمان بچے قرآن مجید یاد کرتے ہیں

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

**چوتھا خطبہ :کاملیت**

کوئی زندگی خواہ کسی قدر تاریخی ہو جب تک وہ کامل نہ ہو ہمارے لئے نمونہ نہیں بن سکتی کسی زندگی کاکامل اور ہر نقص سے بری ہونا، اس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتا جب تک اس کی زندگی کے تمام اجزاء ہمارے سامنے نہ ہوں، پیغمبر اسلام کی زندگی کا ہر لمحہ پیدائش سے لے کر وفات تک ان کے زمانہ کے لوگوں کے سامنے اور ان کی وفات کے بعد تاریخ عالم کے سامنے ہے ان کی زندگی کا کوئی مختصر سے مختصر زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا جب وہ اپنے اہل وطن کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر آئندہ کی تیاری میں مصروف ہوں۔

پیدائش ، شیر خوارگی، بچپن، ہوش، تمیز، جوانی ،تجارت، آمدورفت، شادی، احباب قبل نبوت، قریش کی لڑائی اور قریش کے معاہدے میں شرکت ، امین بننا اور خانہ کعبہ میں پتھر نصب کرنا، رفتہ رفتہ تنہائی پسندی، غار حرا کی گوشہ نشینی، وحی، اسلام کا ظہور، دعوت، تبلیغ ، مخالفت، سفر طائف ، معراج، ہجرت، غزوات، حدیبیہ کی صلح، دعوت اسلام کے نامہ و پیغام، اسلام کی اشاعت، تکمیل دین، حجتہ الوداع ، وفات، ان ،میں سے کون سا زمانہ ہے جو دنیا کی نگاہوں کے سامنے نہیں اور آپؐ کی کون سی حالت ہے جس سے اہل تاریخ ناواقف، سچ جھوٹ، صحیح غلط ہرچیز الگ الگ موجود ہے اور اس کو ہر شخص جان سکتا ہے کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ محدثین نے موضوع اور ضعیف روایتوں کو بھی کیوں محفوظ رکھا؟ مگر خیال آیا کہ اس میں مصلحت الہی یہ تھی کہ معترضوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کی کمزوریوں کو چھپانے کےلئے بہت سی روایتوں کو غائب کردیا، جیسے کہ آج عیسائی لٹریچر پر اعتراض کیا جاتا ہے اس لئے ہمارے محدثین نے اپنے پیغمبر کے متعلق صحیح و غلط سارا مواد سب کے سامنے لاکر رکھ دیا ہے اور ان دونوں کے درمیان تفرقے بتادئیے ہیں اور اصول مقرر کردئیے ہیں۔

**چھٹہ خطبہ :عملی پہلو یا عملیت**

محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کس چیز میں اور کیوں کر کرنی چاہئے ، اس کےلئے آج ہم کو سیرت نبویؐ علی صحبہا السلام کی عملی پہلو دکھانا ہے، یہ اور بانیان مذاہب کی موجودہ سیرتوں کا وہ باب ہے جو تمام تر خالی اور سادہ ہے۔ لیکن محمد ؐ رسول اللہ کی سیرت کا یہی باب سب سے بڑا اور ضخیم ہے اور تنہا یہی ایک معیار اس فیصلہ کےلئے کافی ہے کہ نبیوں کا سردار اور رسولوں کا خاتم کون ہوسکتا ہے؟ مفید نصیحتوں اور میٹھی میٹھی باتوں اور اچھی اچھی تعلیمات کی دنیا میں کمی نہیں، کمی جس چیز کی ہے وہ کام اور عمل ہے، موجودہ مذاہب کے شارعوں اور بانیوں کی سیرتوں کے تمام صفحے پڑھ جاؤ، دلچسپ تھیوریاں ملیں گی، دلآویز حکایتیں ملیں گی، خطیبانہ بلند آہنگیاں ملیں گی تقریر کا زور و شور

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

اور فصاحت و بلاغت کا جوش نظر آئے گا، مؤثر تمثیلیں تھوڑی تھوڑی دیر کےلئے خوش کردیں گی، مگر جو چیز نہیں ملے گی وہ عمل، کام اور اپنے احکام و نصائح کو آپ کو برت کر اور کرکے دکھاناہے۔انسان کی عملی سیرت کا نام خلق(اخلاق) ہے۔ قرآن حکیم کے سوااورکسی مذہب کے صحیفہ نے اپنے شارع کی نسبت اس بات کی کھلی شہادت دی ہے کہ وہ اپنے عمل کے لحاظ سے بدرجہا بلند انسان تھا، لیکن قرآن نے صاف کہا اور دوست ودشمن کے مجمع میں علی الاعلان کہا:

**وان لک لاجرا غیر ممنون وانک لعلیٰ خلق عظیم.**

(اے محمدؐ) بے شک تمہارے لۓ بے حساب اجر ہے اور بے شک تو بڑے (درجہ کے) اخلاق پر ہے۔" یہ دونوں فقرے گونحو میں معطوف و معطوف علیہ ہیں لیکن در حقیقت اپنے اشارۃالنص اور ترکیب کلام کے لحاظ سے علت و معلول ہیں، یعنی دعویٰ اور دلیل ہیں،پہلے ٹکڑے میں آپؐ کے اجر کے نہ ختم ہونے کا دعویٰ ہےاور دوسرے ٹکڑے میں آپؐ کے عمل اور اخلاق کو دلیل میں پیش کیاگیا ہے، یعنی آپؐ کے اعمال اور آپؐ کے اخلاق اس کی دلیل ہیں کہ آپؐ کے اجر کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا مکہ کا امی معلم پکارکرکہتا تھا۔"کیوں تم کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔"اور اس اعلان کا اس کو حق تھا، کیونکہ وہ جو کچھ کرتا تھا اس کو کرکے دکھادیتاتھا،کوہ زیتون کے واعظ(حضرت عیسیٰ مسیحؑ )اور کوہ صفا کے مبلغ(حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) ان دونوں کی سیرتوں کو اس عملی حیثیت سے پڑھو اور مطالعہ کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ ایک کی سیرت اس سے یکسر خالی ہے تو دوسرے کی سرتا پا معمور قوت پاکر عفو اور حلم پیش کرنا بلند اخلاق ہے، لیکن کسی معذورو مجبور یا کمزور کی خاموشی کی تعبیر عفو حلم سے نہیں کی جاسکتی ایک شخص نے کسی کو مارا نہیں،کسی کو قتل نہیں کیا کسی کے ساتھ برائی نہیں کی، کسی کا مال نہیں لوٹا، کوئی گھر نہیں بنایا، کچھ جمع نہیں کیا، لیکن یہ سب کی سب منفی اور سلبی خوبیاں ہیں، یہ بتاؤ کہ مارا تو نہیں، لیکن کسی غریب و کمزور کی مدد بھی کی؟ کسی کوقتل نہیں کیا،لیکن کسی قتل ہونے سے بچایابھی؟ کسی کے ساتھ برائی نہیں کی؟ لیکن کسی کے ساتھ اچھائی بھی کی؟ کسی کامال نہیں چھینالیکن کسی غریب و مسکین کو کچھ دیا بھی؟ اپنے لئے کوئی گھر نہیں بنایا لیکن کسی بے گھربے خاندان کو پناہ بھی دی؟ اپنے لئے کچھ جمع نہیں کیا، لیکن دوسروں کو کچھ دیا اور دلایا بھی؟ دنیا کو یہ ثبوتی اور ایجابی خوبیاں درکار ہیں اور ان ہی کا نام عمل ہے قرآن پاک گواہی دیتا ہے:

"پس خدا کی عنایت سے تم ان کےلئے نرم ہو، (اے محمدؐ) اور اگر تم(کہیں) کج خلق اور سخت دل ہوتے تو البتہ یہ لوگ(جو تمہرے آس پاس جمع ہوئے ہیں) تمہارے اردگرد سے ہٹ جاتے "۔

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

یہ آنحضرت ؐ کی نرم دلی کا متواتر بیان ہے جو دعوے اور دلیل کے ساتھ خود صحیفہ الٰہی میں موجود ہے کہ اگر آپؐ نرم دل اور رحیم نہ ہوتے یہ وحشی،نڈر ، بے خوف اور درشت مزاج عرب کبھی آپؐ کے گرد جمع نہ ہوتے، رآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

**لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم.**

"تمہارے پاس تم میں سے ایک پیغمبر آیا، جس پر تمہاری تکلیف بہت شاق گزرتی ہے، تمہاری بھلائی کا وہ بھوکا ہے، ایمان والوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔"

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ان ترحمانہ جذبات کا ذکر فرمایا ہے، جو تمام بنی نوع انسان اور تمام نبی آدم کے ساتھ تھے، چنانچہ فرمایا "اے لوگو! تمہارا تکلیف و مصیبت اٹھانا، حق کے قبول سے انکار کرنا اور اپنی جہالت و گناہ گاری پر اس طرح ڈٹے رہنا رسول پر شاق ہے اور تمہاری بھلائی اور خیر طلبی کا وہ بھوکا ہے، بنی نوع انسان کے ساتھ خیر خواہی تمہاری دعوت و تبلیغ اور نصیحت پر اس کو آمادہ کرتی ہے، اور جولوگ اس کی دعوت اور پکار سن لیتے ہیں وہ ان کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آتا ہے؟ غرض اس آیت پاک میں اس بات کی شہادت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ تمام بنی نوع انسان کے خیر خواہ اور خیر طلب تھے، اور مسلمانوں پر خصوصیت کے ساتھ مہربان اور شفیق تھے، یہ آپؐ کے عملی اخلاق کے متعلق آسمانی شہادتیں ہیں۔

قرآن پاک، اسلام کے احکام اور آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے جو تعلیمات انسانوں کو پہنچائی گئیں، ان کا مجموعہ ہے، بحیثیت ایک عملی پیغمبر کے آنحضرتؐ کی سیرت مبارک در حقیقیت قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے جو حکم آپؐ پر اتاراگیا آپؐ نے خود اس کو کرکے بتایا، ایمان توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، خیرات، جہاد، ایثار، قربانی، عزم، استقلال، صبر، شکر ، ان کے علاوہ اور حسن عمل و حسن خلق کی باتیں جس قدرآپؐ نے فرمائیں ان کےلئے سب سے پہلے آپؐ نے اپناہی نمونہ پیش فرمایا، جوکچھ قرآن میں تھا وہ سب مجسم ہوکر آپؐ کی زندگی میں نظر آیا۔

چند صحابی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا ام المؤمنین! حضور ؐ کے اخلاق اور معمولات بیان فرمائیے ، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا جواب میں کہتی ہیں کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے؟"کان خلقہٗ القرآن"

"آپؐ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا (ابو داؤد) قرآن پاک الفاظ و عبارت ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اس کی عملی تفسیر ہے۔

انسان کے اخلاق، عادات اور اعمال کا بیوی سے بڑھ کر کوئی واقف کار نہیں ہوسکتا آنحضرت ؐ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس وقت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے پندرہ برس ہوچکے تھے، اور یہ مدت

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

اتنی بڑی ہے جس میں ایک انسان دوسرے کی عادات و خصائل اور طورطریقہ سے اچھی طرح واقف ہوسکتا ہے اس واقفیت کا اثر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا پر یہ پڑتا ہے کہ ادھر آپؐ کی زبان سے اپنی نبوت کی خبر نکلتی ہے اور ادھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کا دل اس کی تصدیق کو آمادہ ہوجاتا ہے۔آنحضرتؐ جب نبوت کے بار گراں سے گھبراتے ہیں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا تسکین دیتی ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ! خدا آپؐ کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑے گا کیوں کہ آپؐ قرابت داروں کا حق پورا کرتے ہیں ، حق کی طرف داری کرتے ہیں آپؐ مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں" (بخاری) غور کیجیے! یہ آپؐ کی وہ عملی مثالیں ہیں جو نبوت سے پہلے آپؐ میں موجود تھیں۔

آنحضرتؐ کی تمام بیویوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کے بعد سب سے زیادہ محبوب حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا تھیں، حضرت عائشہ نوبرس مستقل آپؐ کی صحبت میں رہیں وہ گواہی دیتی ہیں کہ حضورؐ کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی، آپؐ برائی کے بدلہ میں برائی نہیں کرتے تھے، بلکہ معاف کردیتے تھے، آپؐ گناہ کی بات سے کوسوں دوررہتے تھے آپؐ نے کبھی کسی سے اپنا بدلہ نہیں لیا، آپؐ نے کبھی کسی غلام، لونڈی، عورت یا خادم یہاں تک کہ کسی جانور تک کو کبھی نہیں مارا، آپؐ کبھی کسی کی جائز درخوات اور فرمائش کو رد نہیں فرمایا۔

**ساتواں خطبہ:پیغمبر اسلام علیہ السلام کا پیغام**

حضرات! میں نے پچھلے لکچروں میں دلائل اور تاریخ کی روشنی میں یہ ثابت کردیا ہے کہ انسانوں کے تمام بلند طبقوں میں سے صرف انبیائے کرام علیہم السالم کی سیرتیں تقلید اور پیروی کے لائق ہیں اور ان میں سے عالم گیر اور دائمی نمونہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے، اس مقام پر جب یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی عالم گیر اور دائمی نمونہ ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کی عالم گیر اور دائمی تعلیم کیا ہے؟ وہ دنیا کو کیا پیغام دینے آئے؟ اور کیا پیغآم دے کر دنیا سے تشریف لے گئے؟ ان کے پیغام کے وہ کون سے ضروری اجزاء ہیں جن کے اداکرنے کےلئے اس پیغمبر آخر الزماں کی ضرورت پیش آئی؟دنیا میں دوسرے پیغمبروں کے ذریعہ جو پیغام آئے ان کی کس طرح اس آخری پیغمبر نے تصحیح اور تکمیل کی ؟

ہم کو تسلیم ہے کہ دنیا میں وقتاً فوقتاً انبیاء ؑ کے ذریعہ سے پیغام آتے رہے مگر جیسا کہ بار بار کہا جاچکا ہے اور واقعات کی روشنی میں دکھایا جاچکا ہے، وہ تمام پیغام کسی خاص زمانہ اور قوم کےلئے آیا کئی اور وقتی تھے اور اس لئے ان کی دائمی حفاظت کا سامان نہ ہوا، ان کی اصل برباد ہوگئی، مدتوں کے بعد مرتب کئے گئے، ا ور ان میں تحریفیں کی گئیں ان کے ترجموں نے ان کو کچھ سے کچھ بنادیا ، ان کی تاریخ سند کا ثبوت نہیں باقی رہا، بہت سے جعلی پیغآم ان میں شریک کئے گئے اور یہ سب چند

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

سو برس کے اندر ہوگیا اگر خدا تعالیٰ کاکام مصلحت اور حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے تو ان کا مٹنا اور برباد ہوجانا ہی ان کے وقتی فرمان اور عارضی تعلیم ہونے کا ثبوت ہے مگر جو پیغام محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے ذریعے آیا وہ عالم گیر اور دائمی ہوکر آیا اور اسی لئے وہ جب سے آیا اب تک پوری طرح محفوظ ہے اور رہے گا، کیوں کہ اس کے بعد پھر کوئی نیا پیغام آنے والا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی گزشتہ پیغام کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ اس کی تکمیل ہوچکی ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ دار میں ہوں،دنیا کے تمام وہ صحیفے جو گم ہوچکے ہیں ان کا گم ہوجانا ہی ان کے وقتی اور عارضی ہونے کی دلیل ہے اور جو موجود ہیں ان کی ایک ایک آیت تلاش کرلو، ان کی تکمیل اور ان کی حفاظت کے وعدہ کے متعلق ایک حرف نہ پاؤ گے، بلکہ ان کے خلاف ان کے نقص کے اشارے اورتصریح ملیں گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں کہ "خداوند تیرے درمیان تیرے ہی بھائیوں میں سے میرے مانند ایک نبی برپا کرے گا، تم اس کی طرف کان دھرو"( استثنا 15-18) میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس سے کہوں گا وہ سب ان سے کہے گا"(استثنا 18-19) یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے پہلے نبی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے ان پر طلوع ہوااور فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گرہوا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ہوگا"(استثناء 2-32)

ان اوپر کی آیتوں میں تو تورات یہ صاف بتا رہی ہے کہ ایک اور نبی مو سیٰ کے مثل آنے والا ہے جو اپنے ساتھ ایک آتشیں شریعت بھی لائے گا اور اس کے منہ میں خدا اپنا کلام بھی ڈالے گا۔ اس سے بالکل واضح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیغام آخری اور دائمی نہ تھا۔اس کے بعد اشعیاء نبی ایک اور "رسول" کی خوشخبری سناتے ہیں" جوکسی شریعت کی راہ دریائی ممالک اور جزیرے تک رہے ہیں" (باب40) ملاخیہ میں ہے"دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا" بنی اسرائیل کے دیگر صحیفوں اور زبور میں آئندہ آنے والوں کی بشارتیں ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی بھی اسرائیلی صحیفہ دائمی اور آخری اور مکمل نہیں تھا۔انجیل کو دیکھو وہ اعلان کرتی ہے۔

"اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا فارقلیط بخشے گا۔ کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا" (یوحنا12-14)

"لیکن وہ فارقلیط روح القدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں سکھائے گا، اور سب باتیں جو کچھ میں نے تمہیں کہی ہیں، تمہیں یاددلائےگا" (یوحنا 26-14)

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں پر اب تم ان کو برداشت نہیں کرسکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کو روح آئے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی، کیوں کہ وہ اپنی نہ کہے گی بلکہ جو کچھ سنے گی کہے گی" (یوحنا 6-8)

ان آیتوں میں انجیل نے صاف اعلان کیا ہے کہ وہ خدا کا آخری کلام نہیں اور نیز یہ کہ وہ کامل بھی نہیں، ایک اور آئے گا جو مسیح کے پیغام کی تکمیل کرے گا، مگر محمدؐ کا پیغام اپنے بعد کسی اور آنے والے کا پیغام نہیں دیتا جو نیا پیغام سنائےگا، یا محمدؐ کے پیغام میں کوئی نقص ہے جس کو دور کرکے وہ اس کو کامل کرے گا، بلکہ وہ اپنی تکمیل کا آپ دعویٰ کرتاہے۔

**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی**۔(مائدہ10)

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر پوری کریدی اپنی نعمت۔"

اور بتایا کہ محمدؐ خاتم الانبیاء یعنی نبوت کے سلسلہ کو بند کرنے والے ہیں اور خود قرآن نے کہا ہے ( اورمیری ذات سے انبیاء ختم کئے گئے)حدیث نے کہا ہے(سلام باب المساجد) (ہوشیار کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ) متعدد حدیثوں میں ہے ، آپ نے فرمایا" میں نبوت کی عمارت کا آخری پتھر ہوں"قرآن نے اپنے صحیفہ کی کسی آیت میں کسی بعد میں آنے والے پیغمبر کےلئے کوئی جگہ نہیں چھوڑی، اس سے معلوم ہوا کہ صرف وہی پیغام ربانی جو محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے ذریعے دنیا میں آیا،خدا کا آخیری اور دائمی پیغآم ہے اور اسی لئے "وانا لہ لحفظون" کے وعدے سے خدانے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لےلی ہے۔

عزیزو! دنیا کی اس روحانی مساوات، انسانی اخوت و برادری اور تمام سچے مذہبوں، رہنماؤں اور پیغمبروں کے اس حقیقی ادب و تعظیم اور ان کی یکساں صداقت کا سبق محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے سوا اور کسی نے دیاہے، اب بتاؤ کہ پیغمبر اسلام کی رحمت عام ہمدردی اور رواداری کا دائرہ کتنا وسیع ہے کہ اس سے انسانوں کی کوئی بستی اور بنی آدم کا کوئی گھرانہ خالی نہیں۔

4. تمام مذہبوں نے عبد و معبود اور خداو بندہ کے درمیان واسطے قأم کررکھے تھے۔ قدیم بت خانوں میں کاہن اور پجاری تھے، یہودیوں نے بنی لاوی اور ان کی نسل کو خدا اور بندہ کے درمیان عبادتوں اور قربانیوں میں واسطہ بنایاتھا۔ عیسائیوں نے بعض حواریوں اور ان کے جانشین پوپوں کو یہ رتبہ دیا کہ وہ جو زمین پر باندھیں گے وہ آسمان پر باندھا جائے گا اور جو زمین پر کھولیں گے وہ آسمان پر کھولا جائےگا۔ ان کو تمام انسانوں کے گناہ معاف کرنے کا اختیار دیاگیا، ان کے اور بندہ کے درمیان وہی واسطہ ہیں، ان کی وساطت کے بغیر کوئی ہندو عبادت نہیں ہوسکتی، مگر اسلام میں پجاریوں، کاہنوں، پوپوں اور پادریوں کی کوئی جماعت نہیں ہےیہاں پریست کلاس کا وجود نہیں یہاں کھولنے اور باندھنے کا اختیار

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

صرف خدا کوہے، یہاں گناہوں کی معافی کا حق صر ف اللہ تعالیٰ کو ہے، عبدومعبود اور خداو بندہ کی عبادت اور راز و نیاز میں کسی غیر کو دخل نہیں، ہر شخص جو مسلمان ہے نماز کا امام ہوسکتا ہے، قربانی کرسکتا ہے، نکاح پڑھ سکتا ہے، مذہب کے تمام مراسم بجا لاسکتا ہے،یہاں انسانوں کو "ادعونی استجب لکم""اے لوگو!(بلاواسطہ) مجھے پکارو میں تم کو جواب دوں گا" کی صدائے عام ہے، ہر شخص اپنے خدا سے باتیں کرسکتا ے اپنی دعاؤں میں اسے پکار سکتاہے، اس کے آگے جھک سکتا ہے اور دل کی عقیدت کے نذرانے بے واسطہ پیش کرسکتا ہے۔ یہاں عبد اور معبود اور خداو بندہ کے درمیان کوئی متوسط اور دخیل نہیں، یہ سب سے بڑی آزادی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے انسانوں کو عطا ہوئی یعنی یہ کہ خدا خدا کے معاملہ میں انسانو نکو انسانوں کی غلامی سے نجات ملی.

5.انسانوں کی تعلیم و ہدایت کےلئے جو مقدس ہستیاں وقتاً فوقتاً آتی رہی ہیں ان کے متعلق ابتداء سے قوموں میں حددرجہ عقیدت مندی کی افراط و تفریط رہی ہے افراط یہ تھی کہ نادانوں نے ان کو خود خدا یا خدا کا مثل یا خدا کا روپ قرار دیا اور مظہر ٹھہرایا، بابل، اسر یا اور مصر کے ہیکلوں میں کاہنوں کی شان مثیل خدا کی نظر آتی ہے، ہندوؤں میں وہ اوتار کے رنگ میں مانے جاتے ہیں، بودھوں اور چینیوں نے اپنے اپنے بودھوں اور مہابیروں کو خود خدا تسلیم کرلیا عیسائیوں نے اپنے پیغمبر کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا، دوسری طرف تفریط یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے نزدیک ہر وہ شخص پیشین گوئی کرسکتا تھا نبی ، ایک نبی کی نبوت کےلئے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ پیشین گوئی کرتا ہے خواہ وہ گناہ گار ہو، اخلاقی حیثیت سے قابل اعتراض ، خدا کی نگاہ میں اس کا کیسا ہی درجہ ہو، اس کا نیک اور معصوم ہونا بھی ضروری نہ تھا، اسی لئے بنی اسرائیل کے موجودہ صحیفوں میں بڑے بڑے پیغمبروں کے متعلق ایسی حکایتیں ملتی ہیں جو حددرجہ لغو اور بےہودہ ہیں۔

اسلام نے اس منصب عظیم کی صحیح حیثیت مقرر کی اور بتایا کہ انبیاء نہ خدا ہیں، نہ خد کے مثیل ہیں، نہ خدا کے اوتار ہیں، نہ خدا کے بیٹے اور رشتہ دار ہیں، نہ آدمی ہیں اور محض آدمی ہیں وہ بشر ہیں اور خالص بشریت کے جامہ میں ہیں، تمام انبیاء بشر تھے اور آخری پیغمبر نے خود اپنے متعلق کہا کہ میں بشر ہوں، کفار تعجب سے کہتے تھے " کیا بشر رسول؟ اسلام نے کہا ، ہاں! "قل انما انا بشر مثلکم ھل کنت الا بشراً رسولاً" "کہہ دے اے پیغمبر! میں بھی تمہاری ہی طرح بشر ہوں میں نہیں ہوں، لیکن بشر رسول۔"

**آٹھواں خطبہ: پیغام محمدی.... عمل**

مسئلہ توحید کے متعلق تمام پہلے مذاہب میں جو حقیقیت میں توحید ہی کا پیام لے کر اس دنیا میں آئے تھے، تین اسباب سے غلط فہمیاں اور گمراہیاں پیدا ہوئیں، ایک جسمانی تشبیہ و تمثیل، دوسرے صفات کو

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

ذات سے الگ اور مستقل ماننا اور تیسرے افعال کی نیرنگی سے دھوکہ کھانا، پیغام محمدیؐ نے ان گرہوں کو کھولا ، ان غلط فہمیوں کو دور کیا اور ان حقیقتوں کو واضح کیا، سب سے پہلے تشبیہ و تمثیل کو لیجئے۔

۱۔خدا کو خدا کی صفتوں اور خداوبندہ کے باہمی تعلق کو واضح کرنے کےلئے خیالی یا مادی تشبیہیں و تمثیلیں دوسرے مذاہب کے معتقدوں نے ایجاد کیں۔نتیجہ یہ ہوا کہ اصل خدا تو جاتا رہا اور اس کی جگہ یہ تشبیہیں اور تمثیلیں خدا بن گئیں، انہی تشبیہوں اور تمثیلوں نے مجسم ہو کر بتوں کی شکل اختیار کرلی اور بت پرستی شروع ہوگئی، خدا کو اپنے بندوں کے ساتھ جو لطف و کرم اور محبت اور پیار ہے اس کو بھی تشبیہ و تمثیل کے رنگ میں اداکرکے مجسم کردیاگیا۔ آرین قوموں میں چونکہ عورت محبت کی دیوی ہے اس لئے خدا اور بندہ کے تعلق کو ماں اور بیٹے کے لفظ سے ادا کیاگیا اور اس لئے خدا ماتا کی شکل میں آگیا۔ بعض دوسرے ہندو فرقوں میں اس بے کیف محبت کو زن و شوہر اور میاں و بیوی کے الفاظ میں ادا کیاگای، سدا سہاگ فقیروں نے ساڑی اور چوڑی پہن کر اسی حقیقت کو نمایاں کیا ہے۔ رومیوں اور یونانیوں نے بھی عورت ہی کی شکل میں خدا ظاہر کیا ہے، سامی قوموں میں عورت کا برملا ذکر تہذیب کے خلاف ہے، اس لئے خاندان کی اصل بنیاد باپ قراردیاگیاہے، اس طرح بابل و اسیر یا وشام کے کھنڈروں میں خدا مرد کی صورت میں جلوہ نما ہے، بنی اسرائیل کے ابتدائی تخیل میں خدا باپ اور تمام فرشتے اور انسان اس کو اولاد بتائے گئے ہیں۔ بعد کو باپ خدا کی اولاد صرف بنی اسرائیل قرار پاتی ہے،بنی اسرائیل کے بعض صحیفوں میں زن و شوہر کا تخیل بھی خدااور بنی اسرائیل کے درمیان نظر آتاہے، یہاں تک کہ بنی اسرائیل اور یروشلم بیوی فرض کئے جاتے ہیں، اور خدا شوہر بنتا ہے عیسائیوں میں باپ اوربیٹے کی تمثیل نے اصل اور حقیقت کی جگہ لے لی، عربوں میں بھی اسی قسم کا تخیل تھا، خدا باپ تصور کیا جاتاتھا، اور فرشتے اس کی بیٹیاں، پیغام محمدؐ نے ان تمام تشبیہی اور تمثیلی صورتوں، طریقوں ، محاوروں کو یک قلم موقوف کردیا اور ان کا استعمال شرک قرار دیا،اس نے صاف اعلان کیا "لیس کمثلہ شیء""اس جیسی اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں"اس ایک آیت نے شرک کی ساری بنیادوں کو ہلا دیا۔ پھر ایک نہایت ہی چھوٹی سورہ کے ذریعہ سے انسانوں کے سب سے بڑے وہم کو دور کیا۔

**قل ھواللہ احد۔ اللہ الصمد۔ لم یلد ولم یولد۔ ولم یکن لہ کفواً احد۔(سورہ اخلاص)**

"کہہ دے (اے پیغمبر!) اللہ ایک ہے اللہ (خود ہرچیز سے) بے نیاز (اور تمام چیزیں اس کی نیاز مند ہیں) نہ وہ جنتا ہے (جو کسی کی اولاد ہوکر پھر خدا ہو) اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے(جوزن و شوہر کا رشتہ قائم ہوسکے)۔"

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

اس ایک سورت میں جو قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورت ہے ، توحید کی نکھری ہوئی صورت ظاہر ہوئی ہے جس کی بناء پر دین محمدیؐ ہر قسم کے شرک کے مغالطوں سے پاک ہوگیا ہے۔

دوستو! اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ پیغام محمدیؐ نے خدااور بندہ کے درمیان محبت، پیار اور لطف و کرم کے تعلقات کو توڑ دیا ہے، نہیں اس نے ا ن تعلقات کو اور زیادہ پیوستہ اور مضبوط کردیا ہے، لیکن ان تعلقات کے اداکرنے میں جو جسمانی تعبیروں مختلف انسانی شکلوں میں تھیں صرف ان کو توڑ دیا ہے اس لئے کہ اول تو یہ انسانی طریقہ ادا حقیقت سے بہت کم رتبہ ہے، یعنی ا س کی نگاہ میں عبد و معبود کے درمیان جو تعلق ہے اس کے مقابلہ میں باپ، ماں ، بیٹیاں، یازن و شوہر کا تعلق محض ہیچ اور بالکل کم درجہ ہے، دوسرے یہ کہ ان تعبیروں سے شرک کی غلطیاں پیدا ہوتی ہیں اسی لئے اسلام نے یہ کہااذکر اللہ کذکرکم اباء کم اواشد ذکراً "تم اللہ کو اسی طرح یاد کرو جیسے اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بہت بڑھ کر (یاد کرو)" دیکھو کہ اس آیت میں محبت الہی کو ادا کرنا تھا تو یہ نہیں کہ کہا" خدا تمہارا باپ" یعنی خدا تمہارا باپ" یعنی خدا اور باپ کے رشتہ کو مشبہ اور مشبہ بہ نہیں بنایا، بلکہ خدا کی محبت اور باپ کی محبت کو باہم مشبہ اور مشبہ بہ قرار دیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اس جسمانی رشتہ کو گوچھوڑدیا لیکن اس جسمانی رشتہ کی محبت کو باقی رکھا، آگے بڑھ کر اس نے کہا بلکہ باپ سے بہت زیادہ خدا سے محبت رکھنی چاہئے اس سے ظاہر ہوا کہ اس رشتہ کی محبت کو وہ خدااوربندی کی محبت اور تعلق کے مقابلہ میں کم رتبہ اور ہیچ سمجھتا ہے، اور اس میں ترقی کی ضرورت محسوس کرتا ہے "والذین امنواشد حبا للہ" ایمان والے سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں" اسلام خدا کو ابوالعالمین " دنیا کا باپ نہیں کہتا بلکہ رب العالمین دنیا کا پالن ہار کہتا ہے۔ کیوں کہ اس کی نگاہ میں اب سے رب کا رتبہ بہت بلند ہے باپ بیٹے کا تعلق بیٹے سے آنی اور عرضی ہے مگر رب کا تعلق اپنے مربوب سے اس کی خلقت اور وجود کے اولین لمحہ سے لے کر آخرین لمحہ تک برابر بلا انقطاع قائم رہتا ہے اسلام کا خدا ودود ہے یعنی محبت والا،رؤف ، ہے یعنی ایسی رافت اور محبت والا جو باپ کو اپنے بیٹے سے ہے، حنان ہے یعنی ایسی محبت والا جیسی ماں کو اپنے بیٹے سے ہے، مگر وہ نہ باپ ہے اور نہ ماں بلکہ ان تشبیہوں سے پاک ہے۔

قرآن نے کہاالحمد للہ رب العالمین "سب خوبیاں اسی ایک پروردگار عالم اللہ کےلئے ہیں"۔سب اچھی صفتیں اسی کےلئے ہیں،اللہ نور السموات والارض "اللہ ہی آسمان و زمین کا نور ہے عرب میں اسی ہستی کو صفت رحم سے متصف کرکے عیسائی اس کو رحمان کہتے تھے عام مشرکین عرب اس کو اللہ کہتے تھے" قرآن نے کہاقل ادعواللہ اودعواالرحمن ایاماً تدعوا فلہ الاسماء الحسنی" یعنی اس کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر، جو کہہ کر پکارو وہ سب اچھے نام یا اچھی صفتیں ہیں اسی کی" ہینفاللہ ھوالولی وھو

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

یحیٖ الموتی وھو علی کل شی قدیر۔" (شوریٰ) پس خداوہی پیار ہے یا وہی کام نہانے والا ہے وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے " الا ان اللہ ھوا الغفور الرحیم" ہشیار! بے شک وہی خدا غفور الرحیم ہے بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہےھوا الذی فی السمآء الہ و فی الارض الہ وھو الحکیم العلیم۔" (دخان) وہی آسمان میں خداہے اور وہی زمین میں خدا ہے اور وہی زمین میں خداہے اور وہی حکیم و علیم حکمت والا اور جاننے والا ہے۔"انہ ھوا السمیع العلیم، رب السموات والارض وما بینھما ان کنتم مواقنین لا الہ الا ھوا یحیٖ ویمیت ربکم ورب ابائکم الا ولین"(دخان) وہی سننے والا علم والا ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے بیچ میں ہے سب کا رب ہے، اگر تم کو یقین آئے اس کے سوا کوئی خدا نہیں، وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے وہی تمہارا اور تمہارے پہلے دادوں کا رب ہے" یعنی وہی برہماہے، وہی شوہے، وہی وشنوہے، تینوں ایک ہی کی صفتیں ہیں، صفات کے تعداد اور اختلاف سے موصوف میں تعداد اور اختلاف نہیں۔

**فا للہ الحمد رب السموٰت ورب الارض رب العٰلمین ولہ الکبریاء فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم۔**

**(جائیہ3)**

ھو الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمن الرحیم۔ ھواللہ الذی لا الہ الا ھو۔ الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر۔ سبحان اللہ عما یصفون، ھواللہ الخالق الباری المصورلہ الاسماء الحسنیٰ یسبح لہ مافی السموت والارض وھوالعزیزالحکیم۔

" خدا ہی کےلئے سب خوبی ہے آسمانوں اور رب ہے زمین ، رب ہے سارے جہان کا اور اسی کو ہے سب سے بڑائی آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست اور حکمت والا ہے"

"وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی اللہ نہیں، چھپے اور کھلے کا جاننے والا، وہی ہے مہربان رحم والا وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی اللہ نہیں، وہ بادشاہ، پاک صلح و امن، امن دینے والا، پناہ میں لینے والا، زبردست دباؤ والا، بڑائیوں والا، پاک ہے اللہ ان باتوں سے جن کو یہ مشرک لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں، وہی خدا ہے جو خالق ہے جو عدم سے لانے والا ہے جو صورت گری کرنے والا ہے، اسی کے لئے ہیں سب اچھے نام( یا سب اچھی صفتیں) جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ( مخلوقات ) ہے سب اسی کی تسبیح پڑھتی ہیں وہی غالب (اور ) داناہے۔"

ان صفتوں والے خدا کو ہم نے صرف پیغام محمدیؐ ہی کے ذریعہ سے جانا ہے ورنہ دوسروں نے تو ذات سے صفات کو الگ کرکے ایک خدا کے چند ٹکڑے کرڈالے تھےسبحان اللہ عما یشرکونسےمراد وہی شرک ہے جو صفات کو ذاتی سے الگ کرکے لوگوں نے اختیار کیاتھا، اس آخری پیغام نے بتایا کہ وہی

**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities**
Vol 3 (3) July-Sept, 2017 pp.153-189.
ISSN 2520-7113 (Print) ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.comeditor@gjmsweb.com

اللہ ہے وہی خالق ہے، وہی باری ہے وہی مصور ہے وہی ملک ہے ، وہی قدوس ہے، وہی مومن ہے وہی عزیز و جبار ہے وہی رحمان و رحیم ہے ایک ہی ذات کی یہ سب صفتیں ہیں اور وہ ایک ہے۔

**مصادرومراجع**

1۔القرآن حکیم۔

2۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد (1326۔ 1423ھ / 1908۔ 2001ء)۔ *عہد نبوی میں نظام حکمرانی*۔ کراچی، پاکستان : اردو اکیڈمی، 1987ء۔

3۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد (1326۔ 1423ھ / 1908۔ 2001ء)۔ *الوثائق السیاسیہ*۔ بیروت، لبنان : دار الارشاد، 1389ھ / 1969ء۔

4۔ خلال، ابو بکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید (334۔ 311ھ)۔ *السنۃ*۔ ریاض، سعودی عرب : 1410ھ

5۔ابن خلدون، عبد الرحمٰن ،*مقدمہ تاریخ ابن خلدون*،ناشران و تاجران،الفیصل غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، پاکستان۔

6۔پروفیسر ،خورشید احمد، ، *اسلامی نظریہ حیات*، مطبوعہ شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچیٍ یونیورسٹی پریس ، کراچی۔

7۔الدمشقی،حافظ ،عمادالدین ،*البدایۃ والنہایہ*،مطبوعہ دارالفکربیروت،۱۳۹۳ھ۔

8۔ ابن رُشد، ابو ولید محمد بن احمد بن محمد قرطبی (م 595ھ)۔ *بدایۃ المجتہد*۔ قاہرہ، مصر : مکتبۃ الکلیات الازہریہ، 1974ء۔

9۔ صدیقی، محمد میاں، ڈاکٹر، اردو زبان میں چند اہم کتب سیرت، سہ ماہی فکر ونظر، جولائی،دسمبر، 1992ء، ج 30، ش 1-2۔

10۔ کاکوروی، عنایت احمد، مفتی، تواریح حبیب الٰہ ، کتب خانہ رحیمیہ دلانیہ، 1950ء۔

11۔ احمد خان، سر سید، الخطبات الاحمدیہﷺ،شفیع سجاد آرٹ پریس ، لاہور، 1988ء۔

12۔ پانی پتی، محمد اسماعیل، مقالات سر سید ، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1976ء۔

13۔ منصور پوری، قاضی سلیمان، رحمۃ للعالمینﷺ، اسلامی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور، س

14۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، نشر الطیب، مکتبہ حمیدیہ صدر بازار، راولپنڈی، س ن ۔

15۔ شیخ محمد اکرام، یادگار شبلی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1971ء۔

16۔ ندوی، سید، سلیمان، حیات شبلی، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، 2008ء۔

17۔ ندوی، سید سلیمان، خطبات مدراس ، رضا پریس، لاہور، 1936 ۔

18۔ گیلانی، مناظر احسن، سید، النبی الخاتمﷺ، زاہد بشیر پرنٹنگ پریس ، لاہور، 1995ء۔

19- پھلواری، شاہ محمد جعفر، مولانا، پیغمبر انسانیتﷺ: ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1953ء۔
20- صدیقی، نعیم، محسن انسانیتﷺ، الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار، لاہور، 2000ء:
21- مہر غلام رسول (مرتبہ) رسول رحمتﷺ ( مقالات مولانا ابو الکلام آزاد)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، انار کلی، لاہور، س ن۔
22- مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، سیرت سرور عالمﷺ، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1980ء۔
23- نوربخش توکلی، علامہ پروفیسر، سیرت رسول عربیﷺ، جنرل پرنٹرز بیکن روڈ، لاہور، 1997ء۔
24- نذر الحسن نذر، امام المجاہدین، نذر فاؤنڈیشن، پنجاب، 2008۔